



حزب الانصار

(دین کے مددگاروں کا گروہ)

پنجاب کا سب سے بڑا اسلامی تبلیغی ادارہ جو ۱۹۲۹ء سے اسلامی خدمت میں سرگرم ہے جامع مسجد بہیوہ کی عظیم الشان عمارت کی موزن دارالعلوم عزیزہ بہیوہ کا اجراء اور اس کے ماتحت کئی جگہ مدارس عربیہ کا قیام - یقیناً دین - دارالمبلغین سالانہ تبلیغی کانفرنس غرض ہر طریقہ سے مسلمانوں کی تعلیمی - اقتصادی اور مجلسی اصلاح اور تنظیم کیلئے مسلسل مساعی جاری ہیں جماعت کا ترجمان جریدہ شمس الاسلام ہر ماہ بہیوہ سے شائع ہوتا ہے - حزب الانصار کے قائم کردہ دینی اداروں کی امداد اور جریدہ شمس الاسلام کی توسیع اشاعت میں حصہ لیکر اور جماعت کے معاون بذکر ثواب دارین حاصل فرمائیں -

افتخار احمد بگٹی کان الہام

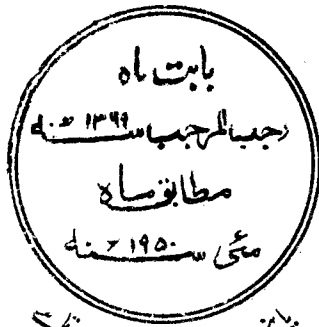
امیر حزب الانصار بہیوہ پنجاب

پیام حضرت نوح علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم

تحت لہرہ

نہر سلاطین
عوام سے -
معاذین سے -
طلبہ سے -





پہلے سہ ماہی وقت سے شائع ہوا ہے



ہر ماہ کی گیارہ تاریخ

ماہنامہ

I

شمس الاسلام

I

مدیر اعزازی - سید سیاح الدین کا کاخیل

I

عہدہ
مقام شاہ
دفتر ماہنامہ شمس الاسلام جامع مسجد
بھیرہ (پاکستان)

(۱)

بزم انصار ادارہ

(۲)

شذرات ادارہ

(۳)

منتخبات القرآن مولانا محمد زاہد صاحب الحسینی

(۴)

سیرت حبیب اللہ | مولانا بہار الدین صاحب عاقمی

صلی اللہ علیہ وسلم | منقلم دارالمسلمون دیوبند

(۵)

یتیم پوتے کے | مولانا سید سیاح الدین صاحب

میراث کا مسئلہ | کا کاخیل (مدیر اعزازی)

(۶)

شان رسالت مولانا محمد امین صاحب کوٹوی

(۷)

مجبور و شمنوں پر | محترم پروفسر محمد علم الدین

رسول اللہ کی شفقت | صاحب مالک

(۸)

ہیں نبی چاند تو اصول | مولانا غلام دستگیر

ہیں تارے سارے | صاحب نامی

بہار
غلام حسین ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر تھائی برقی
پریس گروہ - چھپک بھیرہ (پاکستان) - شائع ہوا۔

ضروری گزارش: ہر جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام منیجر جریدہ "شمس الاسلام" بھیرہ ہونی چاہئے۔

بزم انصار کا سرکردہ حزب الانصار

دارالعلوم عزیزیہ دارالعلوم عزیزیہ عرصہ مدید سے خاموشی اور ٹھوس اپنی خدمت سرانجام دے

رہا ہے۔ اس وقت تک کم و بیش گیارہ سو طلبہ فارغ التحصیل ہو کر مختلف اطراف و اکناف میں خدمت دینی میں مصروف و متمم ہیں۔ دارالعلوم کو بفضلہ تعالیٰ اس وقت پاکستان کی تمام علمی درس گاہوں سے بہترین مدرسوں اور قدیمی خدمت دین کرنے پر فخر ہے۔

سالانہ امتحان دارالعلوم عزیزیہ کے طلبہ کا سالانہ امتحان دس شعبان المعظم کو پھر رہا ہے۔ طلبہ کامیاب و کامران ہونے کے لئے محنت و جافشانی سے مصروف تعلیم ہیں۔ کافی عرصہ رات تک قال اللہ و قال الرسول کی خوش کن آواز آتی رہتی ہے۔

ماہانہ اخراجات حزب الانصار کے صرف عملہ کی ماہانہ تنخواہیں چار سو روپیہ کے قریب ہیں۔ طلبہ کے اخراجات سبق و طبق، قیام، طعام وغیرہ علیحدہ ہیں۔ مستقل آمدن ایک میہ نہیں۔ محض ارباب نیر کی توجہ سے کام چل رہا ہے۔

یتیم خانہ دارالعلوم عزیزیہ میں جتنے طلبہ ابتداء سال میں داخل ہوتے ہیں۔ اخیر سال تک اکثر اخراجات کا مدرسہ کفیل ہوتا ہے۔ مگر یتیم بچوں کے مکمل اخراجات کا مدرسہ ہی ضامن ہوتا ہے۔ دیگر مدارس اور یتیم خانوں کی طرح بچوں

سے بھیک نہیں منگواٹی جاتی۔ بلکہ ان بچوں کی مکمل تربیت اخلاقی کی جاتی ہے۔ تاکہ ان میں احساس خود داری پیدا ہو۔ اگر خدا نخواستہ کسی بچے کے متعلق ایسی شکایت سنی جائے تو اس کی گوشمالی کی جاتی ہے۔

انتظار ماہ دجب للرجب میں دارالعلوم عزیزیہ کے مبلغ

کم ہونے کی وجہ سے شاید مبلغ آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے۔ لہذا درخواست کی جاتی ہے۔ کہ براہ کرم اپنی زکوٰۃ کا مقدمہ حصہ بصورت منی آرڈر و فقر حزب الانصار کو ارسال فرما کر اراکین حزب الانصار کو ممنون فرمائیں۔ اور گلستان محمدی کی آب زد سے آبیاری فرما کر خوشنودی آتی موصول کریں۔

ترسیل ذریعہ پتہ برہم مقام دارالعلوم عزیزیہ جامع مسجد بھیر۔
نوشٹا برہم براہ کرم رقوم ارسال کرتے وقت تحریر فرمائیں کہ یہ زکوٰۃ ہے۔

دارالمبلغین مولوی پیر محمد صاحب مبلغ حزب الانصار نے

مندرجہ ذیل مقامات پر پیغام حق پہنچایا۔
سردار پور۔ جھول پور۔ میانہ گوندل۔ سدھوال۔ دھوری۔ گاٹھڑ۔

مولانا محمد امین صاحب جھنگوی مبلغ حزب الانصار نے

مندرجہ ذیل مقامات پر امر بالمعروف نہی عن المنکر کی تلقین کی۔

پرانابھلوال۔ سلطان پور۔ چک نمبر ۱۸۔ چک نمبر ۱۹۔ چک نمبر ۲۰

چک نمبر ۲۱۔ پھلون۔ گاٹھڑ۔ رتوکالہ۔ سدھوال۔ ٹیکسلا۔

دربخہ الحفاظ میں اس سال انشاء اللہ العزیز شیر شعبان المعظم میں

دارالعلوم عزیزیہ بھیر۔

حفاظ کی کثیر جماعت طلبہ فارغ ہو کر نکل رہی ہے۔ فاحرہ علی ڈنک
شمس الاسلام ادارہ شمس الاسلام نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ
 رسالہ شمس الاسلام کو صوری، معنوی لحاظ
 سے بام عروج پر پہنچایا جائے۔ بہترین رفقاء جن کا قلم
 خدمت اسلام کے لئے وقف ہے۔ انہوں نے ادارہ شمس
 الاسلام میں شرکت فرما کر کارکنان کو مغفرت کیا۔ چنانچہ آئندہ کی
 اشاعت میں حضرتنا اشرف صوفی دہلوی کا ایک مضمون
 اسلامی واقعات کی ایک جھلک آ رہا ہے۔

ضخامت کارکنان حزب الانفکار کا اندازہ ہے کہ شمس
 الاسلام کی ضخامت کو ٹھہرا دیا جائے۔ ...
 قارئین شمس الاسلام سے مخفی نہیں۔ کہ کوئی کام بغیر سڑے کے
 نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہر شمس اور ہر خریدار سے درخواست
 کی جاتی ہے۔ کہ کم از کم تین نئے خریدار بنا کر ہمارا ہاتھ بٹائیں۔
 شمس الاسلام کے اجلاس سے جب زر مقصود نہیں۔ اور نہ ہی چار
 آنے فی رسالہ میں ہو سکتا ہے۔ اگر کبھی کچھ بچ بھی جاتے تو
 غریب طلبہ کی تعلیم اور تبلیغی ٹریکٹوں پر خرچ ہوتا ہے۔

اشتہارات قارئین شمس الاسلام نے شمس الاسلام
 میں بہت کم اشتہارات ملاحظہ فرمائے
 ہونگے۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ اشتہارات مل نہیں سکتے تھے۔
 بلکہ یہ خیال کیا جاتا تھا۔ کہ جتنی جگہ اشتہارات روکیں گے۔
 کیوں نہ ان مقامات پر مفید باتیں تحریر کی جائیں۔ جو کہ قارئین
 کے لئے مفید ہوں۔ اب جبکہ چند بڑھانے کا خیال نہیں۔
 اور رسالہ کے حجم میں اضافہ کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ تو مزید اختراجات
 کے اضافہ کی کمی پوری کرنے کے لئے فیصلہ کیا گیا ہے کہ اشتہارات
 جو کہ دائرہ تہذیب میں ہوں۔ درج کئے جائیں۔ اس لئے تاجر
 حضرات سے درخواست ہے۔ کہ وہ اپنے اشتہارات شمس
 الاسلام میں دیکر ممنون فرمائیں۔ رسالہ پاکستان کے علاوہ

غیر مالک میں بھی جاتا ہے۔

پرچوش مسلمانوں سے اس کا تعارف آئندہ اشاعت
 میں کرایا جائے گا۔ جنہوں نے اشاعت
 اسلام کے لئے شمس الاسلام کے لئے جدید خریدار فراہم کئے
 ہیں۔ ان کے اسماء گرامی شکر یہ کے ساتھ درج کئے جائیں گے۔

بقیہ صفحہ ۱۳۔ سینٹی ایکٹ کی بنیاد
 تلوار کا یہ حالہ صرف اس لئے ہے۔ کہ ادب و اقتدار
 صرف اپنی شخصیتوں اور عہدوں کا تحفظ چاہتے ہیں۔
 اور اپنی ذات کے لئے انہوں نے ”اسلام کی اس
 سنگی تلوار“ کو نشان جیل کی بنیاد میں بند کر دیا ہے۔
 یہ پتھر حقیقت میں حکومت کے لئے کوئی اچھی چیز
 نہیں۔ کہ رعایا کے عام افراد میں ان کے متعلق اس
 قسم کی بدگمانیاں پیدا ہوں۔ اور پھر ایسی بدگمانیوں کو
 زائل کرنے کا یہ بھی طریقہ نہیں۔ کہ تشدد و استبداد کے
 ساتھ ان کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ بلکہ صحیح
 طریق کار یہ ہوتا ہے۔ کہ اس منشا کو زائل کر دیا جائے جسکی بنا پر
 بدظنی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لئے اب حکومت پاکستان کیلئے
 صحیح طریق کار یہ ہے کہ اگر جماعت اسلامی کا یہ الزام کہ حکومت
 یہ سب کچھ ذاتی اقتدار کے بقا کے لئے کر رہی ہے۔ محض بدظنی پر
 مبنی ہو تو حکومت اس کا علاج یہ کرے کہ مولانا مدوح اور ان کے رفقاء
 کو رہا کر کے بدظنی کا موقع ہی ختم کر دے۔ ورنہ ہر کوئی جماعت اسلامی
 کو صادق القول قرار دینے پر مجبور ہوگا۔ اور یہ سمجھے گا کہ یہ سب کچھ
 ایک نااہل قیادت کے تحفظ کی خاطر ہو رہا ہے۔ آئندہ کہ ادب و حکومت
 ان حقائق کے اظہار پر ہیں یہ جہیں ہونے کی بجائے تدریس
 کام لیں گے۔ اور مولانا اور ان کے رفقاء کو نظر بندی
 سے رہا کر دیں گے۔

نظم اسلام

(اخلاص)

بھارت اور پاکستان کا معاہدہ

وزیر اعظم پاکستان
مسٹر یاقوت علی خان
اور بھارت کے پردھان منتری پنڈت جواہر لال نہرو کے درمیان
اقبلیتوں کے متعلق جو باہمی معاہدہ دہلی میں ۸ مارچ کو پانچ چھ
دن کی گفتگو اور تبادلہ خیالات کے بعد ہوا ہے۔ اور جس کو دونوں
ملکوں کی قیادت ساز اسمبلیوں نے ۱۰ مارچ کو جری گرم ہوشی کے
ساتھ اور سین و آفرین کی تالیوں کی گونج میں منظور کیا ہے۔ یہ
معاہدہ دونوں ملکوں کے مستقبل کے لئے ایک فانی نیک ہے۔
اور اگر پورے اخلاص و دیانت کے ساتھ اس پر پوری پوری
پابندی کی گئی۔ تو دونوں طرف کے اقبلیتوں کو بھی امن و اطمینان
کی زندگی نصیب ہوگی۔ اور دونوں طرف کے اکثریتی فرقوں
کو بھی ترقی و خوشحالی کے مواقع مہیا ہو سکیں گے۔ یقیناً اگر
عبادت میں رہنے والے کروڑوں مسلمان بے چین و پریشان ہوں
تو اکثریت کے لوگ بھی اپنے ملک کو بام ترقی پر لے جانے کے لئے
کوئی سعی و کوشش نہ کر سکیں گے۔ اور اس طرح بھارت مظلوم
معیار ترقی تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔ اور اگر پاکستان میں بیٹے
والے غیر مسلم ہر وقت خوف زدہ اور بے اطمینان ہوں۔ تو اس
ملک کے معاشیات پر بڑا اثر پڑے گا۔ اور ہر ترقی کی سکیم میں
رکاوٹیں پیدا ہوتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دونوں ملکوں
نے ذمہ دار رہنماؤں نے صورت حالات کا صحیح جائزہ لے کر نفع
و نقصان کو سوچا۔ اور ہنگامی اور جذباتی باتوں کو پس پشت ڈال کر
نہایت سے دل و دماغ سے اس حقیقت کو جانیا۔ کہ باہمی
علاقہ آشتی اور رابطہ و تعلق کے بغیر اور کوئی چارہ کار اور

دونوں ملکوں کی ترقی و تصاعد کے لئے اور کوئی کارگر علاج نہیں
اس معاہدہ کے بعد جن ذمہ دار حضرات نے بیانات دیے ہیں۔
ان سے محسوس ہوتا ہے کہ دونوں ملکوں کے رہنما پورے
اخلاص کے ساتھ اقبلیتوں کے متعلق اس اہم ترین عہد نامہ کو
کامیاب بنانے کی سعی کریں گے۔ وزیر اعظم پاکستان مسٹر
یاقوت علی خان صاحب نے اپنی طویل فشری تقریر میں فرمایا۔
کہ حکومت پاکستان یہ مصمم ارادہ کر چکی ہے۔ کہ اس عہد نامے
کو کامیاب بنایا جائے۔ اور فرمایا کہ اس عہد نامہ کی شرائط
پر عمل درآمد ہونے پر کہ دونوں انسانوں کی زندگی، خوشی اور رنج
کا انحصار ہے۔ اور فرمایا کہ اس سلسلہ میں حکومت کو صرف
اُسی صورت میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ جب ہر پاکستانی
تبادلہ سے حکومت کا ہاتھ بٹائے۔ اقبلیتوں کے ساتھ ہمدردی
اور انصاف کا سلوک کرے۔ پاکستان کی بقا اس امر میں منحصر
ہے۔ کہ اس کے باشندے اتحاد فکر و عمل سے کام کریں۔
اور منظم ہو کر سچاقتی اور راستی کی راہ پر گامزن ہوں۔ دنیا میں
کوئی قوم بے انصافی اور ظلم کر کے پروان نہیں چڑھ سکتی ہے۔
بے انصافی کا راستہ آسان ہے۔ نیکی کی راہ کٹھن ہے۔ مگر یہ
دائمی راحت کی راہ ہے۔ اور اسلام نے ہمیں اس راہ پر چلنے
کی تلقین کی ہے۔ بلاشبہ یہی نجات کا راستہ ہے۔ آخر میں
فرمایا۔ ہماری یہ دلی خواہش ہے کہ بھارت اور پاکستان کے
درمیان دوستانہ تعلقات استوار ہوں۔ ہم یہ کوشش کریں گے۔
کہ تعلقات ایسے خوشگوار ہوں کہ ہر مسئلہ پر امن طریق سے
حل کیا جائے۔ اسٹی کو دونوں ملکوں کی فلاح ہے۔“

بھارت کے وزیراعظم پنڈت نہرو نے کہا۔ دہلی کے مذاکرات کامیاب رہے ہیں۔ اطمینان بخش بین المملکتی سمجھوتہ طے پا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سمجھوتے کا نتیجہ دونوں مملکتوں کے لئے بہت اچھا ہوگا۔ اگر ہمیں اپنی بہتری مطلوب ہے۔ تو ہمیں بین المملکتی سمجھوتے کو لفظاً اور معنیاً لباس حقیقت پہنانا ہوگا۔ معاہدہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اگر موجودہ آئین نا کافی ثابت ہوا۔ تو حکومت مزید اختیارات حاصل کرے گی۔ اقلیتی مسئلہ حل ہوجانے کے بعد مسئلہ کشمیر اور دوسرے تنازعات کے حل کیلئے راستہ صاف ہوجائے گا۔

سر دارلجہ بھائی ٹیل نے کہا ہے۔ میں معاہدہ کے بارے میں پنڈت نہرو سے متفق ہوں۔ جب معاہدہ ہو چکا تو صدق دل سے اس پر عمل کیا جائے۔ ۱۹ اپریل کو گلگتہ میں مغربی بنگال کے کانگریسی کارکنوں کو خطاب کرتے ہوئے بھی انہوں نے اچھے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ بھارت سرکار معاہدہ کو عملی جامہ پہنانے کا عزم مصمم کر چکی ہے۔

جاگو پال اچاریہ سابق گورنر جنرل بھارت نے کہا ہے۔ اس سمجھوتہ نے ملک کو ایک بڑی تباہی سے بچایا ہے۔

انڈین سوشلسٹ پارٹی کے صدر مسٹر جے پرکاش نرائن نے کہا۔ اس سمجھوتہ کو دیانت داری اور اخلاص کے ساتھ عملی جامہ پہنانا چاہئے۔ یہ سمجھوتہ نہ صرف دوستانہ تعلقات کے دور کا آغاز ثابت ہوگا۔ بلکہ اس سے دونوں ملکوں میں روز افزوں تعاون کا سلسلہ شروع ہونے کی امید واثق ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان اور بھارت کے دوسرے ذمہ وار وزراء، حکام، لیڈروں اور اخبار نویسوں نے بھی اس معاہدہ کو بے حد سراہا ہے۔ اور اس پر دونوں ملکوں کو مبارکباد دی ہے۔ اور عملی نفاذ کے لئے امید

ظاہر کی ہے۔ اس لئے جہاں تک دونوں حکومتوں اور وزراء کا تعلق ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ پورے اخلاص کے ساتھ معاہدہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوشش کریں گے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ جب تک دونوں طرف کے عوام کے ذہنوں کی اصلاح نہ ہو جائے۔ قومیت کا جو نہر ہلاہل مدتوں سے دونوں قوموں کو پلائی گئی ہے۔ وہ دل و دماغ سے نہ نکل جائے اس وقت تک حقیقی اور پائنداری کامیابی مشکل ہے۔ اگر وزارت و حکومت بھی ایسا نداری سے یہ چاہے کہ اقلیت پر ظلم نہ ہو۔ تو وہ اس وقت تک اپنی اس خواہش میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جب تک ضلعی حکام، ان کے ماتحت ملازمین، پولیس کا ایک ایک سپاہی اور عوام اس کے ساتھ قلبی تعاون نہ کریں۔ ماضی بید و قریب کی ساری تاریخ اور گزشتہ اور موجودہ فسادات کے تمام واقعات ہمارے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے اصل ضرورت یہ ہے۔ کہ دونوں ملکوں میں پوری کوشش اور تمام ممکنہ ذرائع و وسائل سے دل و دماغ کی تعلیم کی ہم شروع کی جائے۔ قومیت کا غلط اور تباہ کن نظریہ ذہنوں سے دھو ڈالا جائے۔ اور یہ حقیقت پورے طور سے ذہن نشین کر دی جائے۔ کہ ظلم اور جبر واکراہ بہر حال قابل مذمت و طامت اور مستحق سرزنش و سزا ہے۔ خواہ اس کا مرتکب اپنی قوم کا کوئی فرد ہو۔ یا دوسری قوم کا۔ اور مظلوم و مجبور کی امداد و اعانت اور اس کو ہر ممکن طاقت کے ذریعہ ظالم سے چھڑانے کی اور انسانیت و شرافت کا تقاضہ ہے۔ خواہ وہ اپنی قوم کا کوئی شخص ہو یا کسی دوسری ایسی قوم کا جس سے آپ برسرِ پیکار ہیں۔ جب تک پاکستان میں رہنے والے ہر مسلمان کا دل اس قدر صاف و حق پسند نہ ہو جائے کہ وہ اپنے اس بھائی اور باپ کا ہاتھ بھی بڑے زور کے ساتھ آگے بڑھ کر روکتا ہو جو نا حق کسی غیر مسلم کو ستانے کا ارادہ کرے۔ اس وقت تک پاکستان میں اس

معاهدہ کو پورے طور پر عملاً نافذ کرنے میں کامیابی بہت مشکل ہے۔ اگرچہ حکومت اپنے ارادوں میں پوری مخلص ہو۔ اور اسی طرح بھارت کے رہنے والے ہندو جب تک اس قدر نصف مزاج اور عدل پسند نہ بنے ہوں کہ وہ بلا خوف و لوم لائم زیادتی کرنے والے ہر اس شریر و مفسد ہندو کو قانونی کارروائی سے قبل خود ہی سزا دیا کریں جو مسلمانوں کو دق کر رہا ہو۔ اُس وقت تک پنڈت نہرو اور دوسرے لیڈروں کی خواہش اور سچے جذبہ صلح پسندی کے باوجود معاہدہ کی پابندی مشکل سے ہو سکے گی۔

پنڈت نہرو نے فخریہ لہجہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ بھارت کی ریاست ایک لادین سٹیٹ ہے جس میں اقلیت کو بلا لحاظ مذہب و قوم تمام حقوق حاصل ہیں۔ اور اس لئے اُس نے اپنے ملک کے ”لادین“ ہونے کو اس معاہدہ کے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی ضمانت میں پیش کیا ہے۔ ممکن ہے پنڈت جی کی سمجھ ایسی ہو۔ اور وہ ”لادینی ریاست“ کو اقلیت کے حقوق کے تحفظ کا ذریعہ سمجھتے ہوں۔ لیکن جہاں تک غور و فکر کا تعلق ہے۔ علمی طور سے بھی حقیقت یہ ہے کہ کسی ریاست کا لادینی ہونا اقلیت کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت نہیں۔ بلکہ ان کے تلف ہونے کی علامت ہے۔ اور عملی طور سے بھی یہ حقیقت بار بار اور ہر جگہ ثابت ہوتی چلی آئی ہے۔ کہ ایک لادینی جمہوری ریاست کا غدار الفاظ کی صورت میں تو پورے حقوق دے دینے کا دعویٰ کرتی ہے۔ لیکن عمل میں وہ صرف وہ حقوق دیتی ہے جو اکثریت اپنے مفاد سے زائد اور فاضل سمجھتی ہے۔ اگرچہ اُن کو لفظاً بہت خوبصورت کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ اور بالکل وہی قصہ کہ

ازیر فرش تا بہ لب بام اذان من

وز فرش تا بہ اوج ثریا اذان تو

اور بھارت میں اب تک یہ لادین جمہوریت ہی کھیل کھیلتی چلی آئی ہے۔ اس کے برعکس ”دینی ریاست“ دیرپ کی دینی ریاست نہیں۔ بلکہ اسلام کی دینی ریاست، یقیناً اس بات کی ضمانت میں پیش کی جاسکتی ہے کہ اس اقلیتوں اور دیر دستوں کی پوری پوری حفاظت کی جاتی ہے۔ اور اُن کے حقوق عملی طور سے ادا کئے جاتے ہیں۔ اسلامی ریاست کا مقام بہت ہی بلند ہے۔ اس کا نظام تو ضرور جمہوری ہے۔ مگر اس میں جمہور خود صاحب اختیار و اقتدار نہیں ہوتے۔ جیسا کہ لادینی جمہوری ریاستوں کا نظریہ جمہوریت ہے، بلکہ اللہ کی حاکمیت اور بندوں کی نیابت کے اصول پر شریعت اسلامی کی مقررہ حدود کے اندر اقتدار کی امانت وہ جمہور ادا کرتے ہیں۔ اور برسر اقتدار طبقہ کی مجال نہیں ہوتی کہ وہ اقتدار کا غلط استعمال کر سکے۔ پھر چونکہ جواب دہی کی بنیاد جمہوری نگرانی کے علاوہ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین، عالم الغیب والشہادہ، علیم بذات الصدور کی باز پرس پر ہوتی ہے۔ اس لئے خلیفہ اسلام اور کاروبار و انتظام حکومت کے چلانے والے تمام متعلقہ اشخاص دیر دستوں اور مظلوموں کے بارے میں خلوت و جلوت میں رزہ برانداز ہوتے ہیں۔ ہاں اس سلسلہ میں یہ تیز ضرور پیش نظر رہنی چاہئے۔ کہ یہ ہم اسلامی نظریہ ریاست کے بارے میں عرض کر رہے ہیں۔ بعض مسلمان حکمرانوں اور سلطنتوں کے شخصی اعمال و کردار اور ان کے کارناموں کو سامنے نہ لائیے۔ جہاں سے دعویٰ کا تعلق اصل اسلامی نظریہ کے ساتھ ہے۔ راہ راست سے ہٹنے والوں کی نہ ہم وکالت کرتے ہیں اور نہ اصولاً اُن کی غلطیوں کو اسلام کے ذمہ لگایا جاسکتا ہے۔

جب درحقیقت کسی ریاست کی بنیاد کا اسلامی ہونا ہی اقلیتوں کے حقوق کی پوری پوری ضمانت ہے تو گفتگو کے دوران میں ہمارے محترم وزیر اعظم سر لیاقت علی خان صاحب کو

پاکستان کے متعلق تحفظ حقوق کی ضمانت میں عساف و صریح طور سے یہی پیش کرنا کافی تھا۔ کہ چونکہ پاکستان خالص اسلامی اور دینی ریاست ہے۔ اس لئے آپ یقین کیجئے۔ کہ خلا ترسی اور اپنی ذمہ داریوں کی بنا پر ہم اس معاہدہ کا عملی طور سے پورا پورا احترام کریں گے۔ اور جب دینی ریاست کے متعلق پنڈت نرو کو اپنے مخصوص ذہن و تربیت اور یک طرفہ مطالعہ کی وجہ سے کچھ غلط فہمی تھی۔ اور وہ لادینی ریاست پر فخر و ناز کر رہے تھے اور پاکستان کی اسلامی ریاست کے جمہوری ہونے میں کچھ شک و شبہ کر رہے تھے۔ اور ان کو اس نام سے تو مشن تھا۔ تو چاہئے تھا۔ کہ وزیر اعظم صاحب پنڈت نرو کی اصطلاحات میں گفتگو کر کے یقین دلانے کی بجائے پوری وضاحت کے ساتھ ان کو اسلامی ریاست کی اصل حقیقت بتلاتے اور سمجھا دیتے کہ اسلامی ریاست کس قدر موجب برکات ہوتی ہے۔ اور تمام مسائل زندگی کس حسن و خوبی کے ساتھ اس نظریہ کے مطابق حل کئے جاسکتے ہیں۔ اور خصوصیت کے ساتھ اقلیتوں کا مسئلہ کس بہترین صورت میں طے ہو سکتا ہے۔ پنڈت نرو کی غلط فہمی دور کرنے کا یہ ایک اچھا موقع تھا۔ اُسے خوب اچھی طرح واضح کر کے بتانا چاہئے تھا۔ کہ پاکستان میں قرارداد مقاصد کی منظوری اور اس کو اسلامی ریاست قرار دینے سے ہم نے ”روشنی کا مینار“ کھڑا کر دیا ہے۔ اور یہ تمام دنیا کی اندھیری رات کو روز روشن کرنے کے لئے ”افق پر سپید صبح کا طلوع“ ہے۔ اور فی الحقیقت اگر پاکستان میں ایک مکمل اسلامی دستور نافذ ہو جائے۔ تو وہ سب سے زیادہ اقلیتوں کے لئے مفید و مبارک ہوگا۔

بہر حال یہ معاہدہ قابل احترام ہے۔ اور ہم بھی صدق دل کے ساتھ اس کا خیر مقدم کرتے اور اپنے مولا سے اسکی کامیابی اور عملی نفاذ کی دعائیں کرتے ہیں۔ اور ملک کے اختیارات

ورسائل سے، اپنے لیڈروں اور اپنے عوام سے یہ درد مندانہ درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ اس معاہدہ پر پورے اخلاص کے ساتھ عمل کریں۔ خدا خواستہ اگر یہ معاہدہ قائم نہ بھی رہے تب بھی خدا و رسول کے حکم کے مطابق ہم مسلمانوں کا یہ فریضہ چہرہ کہ اپنے ذمے کے غیر مسلموں کی جان و مال اور آبرو کا اتنا ہی احترام کریں جتنا احترام ہم اپنی جان و مال اور آبرو کا کرتے ہیں۔ اموالہم کا موالنا و دمائمہم کد ماٹنا۔ ارشاد نبوی کو پیش نظر رکھیں۔ حکومتوں کے معاہدے بنتے اور ٹوٹتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ قائم ہے۔ نہ ٹوٹتا ہے اور اس میں ترمیم ہوتی ہے۔ ہم پورے اخلاص کے ساتھ اپنے وزیر اعظم کو یقین دلاتے ہیں کہ آپ کے اس معاہدہ کا اد آپ کے اعلان کا ہم پورا احترام کرتے ہیں۔ اور عملی تعاون کے لئے ہمہ تن حاضر ہیں۔ ہم اپنی تمام قوتوں کو اس معاہدہ کی دفعات کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ اپنی تمام قوائے ذہنی اور عملی کی اس مخلصانہ پیشکش کے ساتھ ایک مخلصانہ عرض بھی کرتے ہیں۔ کہ خدا را۔ اپنی پیش کردہ قرارداد مقاصد کے مطابق پاکستان کی زندگی کو اسلامی اصول پر ڈھالنے کا جلد از جلد انتظام بھی نوکر لیجئے۔ یہ فرمایا کیا تھا اور اب عمل ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ ہم تفصیلات میں نہیں جاتے۔ احکم الحاکمین کو حاضر و ناظر جان کر آپ خود ملک کے حالات کا درمندانہ طور سے مطالعہ کریں۔ غریب اسلام کا کیا حشر ہو رہا ہے۔ اور قرارداد مقاصد کی کیا کیا توہین ہو رہی ہے۔ ہم سے آپ بہتر جانتے ہیں۔ مانتے ہیں۔ اور بار بار علی رؤس الاشهاد ناکھوں کے مجموعوں میں اقرار کر چکے ہیں۔ کہ جتنی جلدی اسلام پاکستان میں برسر اقتدار آئے گا اتنا ہی زیر دستوں، کمزوروں اور ضعیفوں کو امن حاصل ہوگا۔ اور اتنا ہی بھارت کے مسلمانوں

کے خوف و حزن کی زندگی مبتدل سبکوں و راحت ہوگی۔

ہیں ہم اُس خدائے ذوالجلال کا واسطہ دیتے ہیں جس کی ملکیت کا اقرار قرار داد مقاصد میں کیا گیا ہے۔ اور مملکت پاکستان کو جس کی مقدس امانت قرار دیا گیا ہے۔ ہم اُس کتاب و سنت کا واسطہ دیتے ہیں جس کے قوانین و ضوابط کے مطابق پاکستان میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کو منظم کرنے کا بھری مجلس میں وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم اُن لاکھوں شہداء کی پاک روحوں کا واسطہ دیتے ہیں جنہوں نے اسلامی حکومت کے تصور سے مطالبہ پاکستان کو زور و شور سے پیش کیا۔ اور پھر پاکستان ہی کو مطالبہ قرار دینے کے جرم میں جام شہادت پی کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ ہم ان معصوم بچوں کا واسطہ دیتے ہیں۔ جو سکھوں کی سنگینوں اور نیزوں کی اینوں میں چھیدے گئے۔ ہم ان عصمت آماب ہزاروں قوانین کی عصمت و عصمت کا واسطہ دیتے ہیں۔ جن کا شیشہ عصمت ان منگاموں میں چکنا چور کر دیا گیا۔ ہم ان ہزاروں مسجدوں، مدرسوں، کتب خانوں اور خانقاہوں کا واسطہ دیتے ہیں۔ جو پاکستان کی اسلامی ریاست کی خاطر دیران ہوئیں۔ نذر آتش ہوئیں اور اب سنان پڑی ہوئی ہیں۔ ہم ہندوستان کے ان کروڑوں مسلمانوں کا واسطہ دیتے ہیں۔ جو پاکستان زندہ باد کے جرم میں اب تک مال و جان اور آبرو کی قربانی دینے کے باوجود خوف و حزن اور پریشانی و بے چینی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ کہ

پاکستان میں مکمل اسلام کو سطور عملاً نافذ کر کے اور تمام غیر اسلامی اثرات کو ختم کر کے اسلامی ریاست کو پوری اسلامی حکومت بناؤ۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔

پاکستان میں تعلیم بالغان کی ہم ۱۹ اپریل کو دور میں تعلیم بالغان

کافر نس" منعقد ہوئی۔ مسٹر نسیم حسن صاحب مشیر تعلیم حکومت پنجاب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

پاکستان کا قیام ایک خاص مقصد کے لئے لایا گیا ہے۔ اور وہ مقصد اسلام کے نظریہ حیات کو اس کی اصلی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اور یہی وہ اعلیٰ مقصد ہے۔ جس کے لئے لاکھوں انسانوں نے عظیم المثال قربانیاں دی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر ہم پاکستان میں خدا اور اس کے رسول کی تعلیمات کو عوام کے ذہنوں میں رائج نہ کر سکے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ قیام پاکستان کے عمل مقصد کے حصول میں ناکام ہے۔ اگر ہمیں اس مقصد کو پورا کر لے۔ تو اس کے لئے ہمیں عوام میں صحیح احساس پیدا کرنا ہوگا۔ اور یہ اس وقت تک ممکن ہے جب تک ہم ہر بالغ مرد و عورت کو نواندہ دہنا دیں۔

(احسان ۲۱ اپریل ۱۹۷۷ء)

مشیر تعلیم نے جو مشورہ دیا ہے یقیناً صحیح مشورہ ہے۔ اور اس میں شک کیا ہے۔ کہ جہاں تک گفتار کا تعلق ہے۔ ہمارا ہر وزیر، ہر مشیر، ہر حاکم و افسر کافر نسوں میں تقریر کرتے ہوئے اسلام کا، خدا و رسول کا، اسلامی نظریہ حیات کا، اسلامی عدل و مساوات کا، اسلامی تعلیمات کا اور اسلامی محاشیات و سیاسیات کا بار بار ذکر کرتا ہے۔ اور اس کو پاکستان کا اصل مقصد و ہود قرار دیتا ہے۔ مگر افسوس اس پر ہے۔ کہ پونے تین برس کے اس تمام عرصہ میں گفتار کے ساتھ کردار کی طرف کچھ بھی توجہ نہیں فرمائی گئی۔ بلکہ معاملہ کچھ برعکس رہا ہے۔ یہی حضرت جو تقریروں میں اسلام کا غرہ بلند کرتے ہیں۔ عملی طور سے خود اسلام کے قوانین و احکام کو بڑی جرأت کے ساتھ مجروح و پامال

کر رہے ہیں۔ غیر اسلامی اثرات کو پھیلانے والے اداروں کی سرپرستی کرتے ہیں۔ ان کا افتتاح کرتے ہیں۔ ان کی قدر دانی کرتے ہیں۔ اور اسلام کو فروغ دینے والے اور اسلامی نظریہ حیات کو اس کی اصلی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کرنے والے اداروں اور جماعتوں کی طرف نہ صرف یہ کہ چشم التفات نہیں، ان کی حوصلہ افزائی نہیں۔ بلکہ ہمیشہ ان مشکوک نگاہوں سے دیکھتے اور ان کو ختم اور بے اثر کرنے کی بالواسطہ کوششیں کرتے ہیں۔ دوسری باتوں کو چھوڑ دیجئے۔ ابھی آپ عوام کے ذہنوں میں خدا و رسول کی تعلیمات رائج کرنے کا مسئلہ لے لیجئے۔ تو معلوم ہو جائے گا۔ کہ مشیر تعلیم کے بیان کردہ معیار کامیابی کے لحاظ سے پاکستان اپنے مقصد میں یقیناً ناکام ہے۔ اور مشیر تعلیم اور اس کی جماعت مسلم لیگ کی طرف سے مقرر کردہ برسرِ اقتدار طبقہ نے خدا و رسول کی تعلیمات کو عوام کے ذہنوں میں رائج کرنے کی اب تک نہ کوئی کوشش کی۔ اور نہ وہ رائج کر سکے۔ اور اس لئے یہ کہنا بالکل بجا ہے۔ کہ موجودہ قیادت پاکستان کو اپنے مقصد و ہود سے ہٹکار کرنے میں ناکام ہو چکی ہے۔ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا منہج قرآن مجید اور کتب اُحاد ہیں۔ بتا دیا جائے۔ کہ قیام پاکستان کے بعد نظام تعلیم میں وہ کوئی تبدیلی کی گئی ہے جس کی وجہ سے مسلمان بچوں کو قرآن و حدیث سمجھنے کا کچھ بھی موقع مل سکے۔ اور ان کے ذہن ان تعلیمات سے آناستہ ہو سکیں۔ پرائمری سکولوں سے لے کر کالجوں کی اعلیٰ تعلیم تک کہیں بھی خدا و رسول کی تعلیمات کو ذہن نشین کرنے کا کوئی موقع نہیں۔ بلکہ اول سے آخر تک وہی مادہ پرستانہ اور لمحہ نہ نظریہ تعلیم کے مطابق نصاب ہے۔ تعلیم و تربیت ہے۔ اور میکینا ولی کے گمراہانہ فلسفہ حیات کے مطابق مسلمان بچوں کے ذہنوں

کو شعوری اور غیر شعوری طور سے غیر اسلامی سانچوں میں ڈھالا جا رہا ہے۔ اور اب بھی مسلمان بچوں کی خودی ایسی تعلیم کے تیزاب میں ڈال کر ملائم کی جاتی ہے کہ اس کے بعد وہ اسلام کی طرف تو پھر نہیں سکتی۔ باقی جس گمراہی کی طرف کوئی چاہے اُسے موڑ سکتا ہے۔ ریڈیو اور پریس کے ذریعہ خدا و رسول کی تعلیمات عوام کے ذہنوں میں رائج نہیں کئے جاتے۔ بلکہ ان دونوں بہترین وسائل کو سر اسر غیر اسلامی اثرات و تعلیمات کے پھیلانے کے لئے استعمال میں لایا جا رہا ہے۔ ان کے ذریعہ سے اور سیناؤں، کلب گھروں، قیڑوں، نمائش گاہوں اور دوسرے وسائل کے ذریعہ سے بالکل غیر اسلامی اثرات و تعلیمات کو عوام کے ذہنوں میں راسخ کیا جا رہا ہے۔ سبہ دینی اور بے دینوں کی قدر و منزلت ہے و حوصلہ افزائی ہے، انعام کی تقسیم ہے، کتوں کے دوڑانے کی تربیت ہے۔ اور وہ سب کچھ ہے جو کہ اسلام نہیں۔ اور خدا و رسول کی تعلیمات نہیں۔ جہاں قرآن و حدیث پڑھا پڑھا یا جاتا ہے جہاں سے خدا و رسول کی تعلیمات عوام کے ذہنوں میں پہونچائی جاتی ہیں۔ ان مدرسوں کی حالت بھی دیکھ لیجئے۔ حکومت اور ارباب حکومت، امراء و وزراء کی نگاہوں میں ان کی قدر و منزلت بھی دیکھ لیجئے۔ تمام پاکستان میں سب سے اعلیٰ اور ممتاز در سگاہ قرآن و حدیث کی عمارت، آئینی اور دوسرے لوازمات کسی شہر کے معمولی پرائمری سکول کے برابر بھی نہیں۔ مشرقی پنجاب کے کسی ٹیپے صابو عالم دین نے اگر پاکستان میں قرآن و حدیث کی تدریس و تعلیم کے لئے بصد مشکل کوئی مکان الاٹ کر کے کام شروع کیا ہو۔ اور در در بھیک مانگ کر اور غریب اور متوسط الحال نیک دل مسلمانوں نے پیسہ پیسہ آئے آئے جمع کر کے غریب طالب العلموں کو خدا و رسول کی تعلیمات سے آراستہ کر دیا ہو۔ تو اُسے بھی ہر وقت یہ خطرہ لگا رہا ہے۔ کہ

اگر کسی افسر کو اپنے لئے یا کسی دوست کے لئے مکان کی ضرورت محسوس ہوئی تو یہ الاٹمنٹ فوراً ہی منسوخ کر کے مکان چھینا جاسکتا ہے۔ کیونکہ حکومت کی آباد کاری کی پالیسی یہ ہے کہ میکاے کی تعلیم کے لئے تو کالج کے کالج اور سکول کے سکول پورے کے پورے الاٹ ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ تعلیم ضروری ہے۔ لیکن خدا و رسول کی تعلیمات کے لئے کوئی چھوٹا مکان بھی مخصوص کرنا ضروری نہیں۔ کیونکہ یہ تعلیم کوئی ضروری نہیں۔

غیر جو کچھ ہو چکا وہ تو ہو چکا۔ لیکن اب بھی مشیر تعلیم اگر قرآن و حدیث کی تعلیمات کو عام لوگوں کے ذہنوں میں رائج کرنے کے لئے کوئی عملی اقدام کریں تو غنیمت ہے۔ اس سلسلہ میں بنیادی بات تو یہ ہے کہ پاکستان کا موجودہ نظام تعلیم بدل دیا جائے۔ اگرچہ ہم ملتے ہیں کہ اس تبدیلی کے لئے تدریج ناگزیر ہے۔ اور اچانک انقلاب ناممکن۔ لیکن اس غرض کے لئے منصوبہ بندی کی تو ضرورت بہر حال ہے۔ نصاب تعلیم، مقصد تعلیم، ذرائع تعلیم، اساتذہ وغیرہ متعلقہ اشخاص سب کو ایک خاص طرز و انداز سے بدلنے کی ضرورت ہے۔ تعلیم بالغان کے سلسلہ میں بھی اسلامی نظریہ زندگی کو ملحوظ خاطر رکھنے کے بعد ہمارا نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم دوسرے ملکوں اور قوموں کی تعلیم بالغان سے علیحدہ ہی ہوگا۔ جب اصل مقصد پاکستان خدا و رسول کی تعلیمات کو عوام کے ذہنوں میں رائج کرنا ہے۔ تو لامحالہ بالعموم کو صرف فوائد بنانا پیش نظر نہ ہوگا۔ بلکہ اصل نصب العین یہ ہوگا کہ ان بالعموم کو خدا و رسول کے احکام و قوانین سے واقف کیا جائے۔ ابتدائی لوشمٹ و فوائد کے بعد ان کو ایسے رسائل اور کتابیں پڑھائی جائیں کہ وہ دین کی بنیادی ضروریات سے خوب اچھی طرح واقف ہو جائیں۔ اور ایک مسلم کی زندگی

گزارنے کا ڈھنگ سیکھیں۔ اگر وہ تاجر ہے تو اسکو خصوصیت کے ساتھ تجارت کے مسائل پر عبور حاصل ہو۔ اگر صنعتی ہے۔ تو وہ خصوصی طور سے اس کے متعلقہ احکام و ضوابط کو سیکھے۔ اگر مالدار ہے تو اس کو دو قسمندی کے متعلق قوانین و ضوابط خدا وندی کا علم ہو۔ اور اگر مفلس و نادار ہے۔ تو اس کے صحیح تقاضوں کو سمجھے۔ یعنی عثمانی دولت مندی اور حیدری فقر و فاقہ کے آداب سیکھے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ ہمارے مشیر تعلیم نے تعلیم بالغان کے سلسلہ میں کیا سکیم بنائی ہے۔ اور کس طریقہ سے وہ عوام کو خواندہ بنانے کا پروگرام مرتب کر چکے ہیں۔ اور اس میں انہیں اپنے ”مقصد“ یعنی تعلیمات خدا و رسول کو رائج کرنے میں کس قدر کامیابی ہوئی ہے۔ لیکن ہم اپنی طرف سے یہ ضرور عرض کرتے ہیں کہ ہمارے تک تعلیمات خدا و رسول کو عوام کے ذہنوں میں رائج کرنے کا تعلق ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک تبلیغ اس مقصد کے حصول کے لئے ایک بہترین تجربہ ہے۔ اور عوام کو خدا و رسول کی راہ پر لگانے کے لئے وہ ایک بہترین تحریک اور مفید طریقہ کار ہے۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے پڑھے ہوئے ”ماہرین تعلیم“ کے مشوروں کی بجائے اس جماعت کے تجربہ کار ارکان سے مشورہ حاصل کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔ کیونکہ وہ آپ کو زیادہ سے زیادہ یورپ و امریکہ کے تجربات کی روشنی میں ایک مادہ پرستانہ نظریہ تعلیم کے مطابق لاشعور عمل بتا سکیں گے۔ اور یہ اپنے ملک کے تجربات اور مسلمان قوم کے نقیبات کی بنا پر خالص خدا پرستانہ نظریہ تعلیم و تربیت کے مطابق ایک ایسا طریقہ کار بتائیں گے جس سے وہ مقصد یعنی خدا و رسول کی تعلیمات کی ترویج بہ آسانی حاصل ہو سکے۔

اگر مشیر تعلیم نے اپنی تقریر میں یہ جملے صرف تقریر کو

”اسلامی“ بنانے کی خاطر نہیں کہے ہیں۔ بلکہ وہ حقیقت یہی چاہتے ہیں۔ تو امید ہے وہ صحیح طریق عمل اختیار کریں گے اور پاکستان کو کامیاب و بامراد بنا کر کے رہیں گے۔ اللہم وفقہ لہما تحبب و ترضی۔“

مولانا مودودی کی نظربندی میں اضافہ

اس دفعہ خیال تھا کہ حکومت پاکستان ”اسلامی عدل و انصاف“ سے کام لے کر بے جرم و بے گناہ مولانا مولانا مودودی اور اس کے رفقاء کرام کو ڈیڑھ سالہ نظربندی سے رہا کر دے گی۔ کیونکہ حکومت کے پاس کوئی ایسا الزام نہیں جس کی بنا پر وہ مولانا مودود کو نظربند رکھنے میں حق بہ جانب ہو۔ ملک کے تمام اخبارات و رسائل، ہر طبقہ کے علماء و فضلاء مختلف انجمنوں اور سیاسی کارکنوں اور عام مسلمانان پاکستان نے اس ناجائز نظربندی کے خلاف احتجاج کیا۔ اور اس کو خلاف عدل و انصاف قرار دے کر ریائی کامیاب کیا۔ اور اس میں شک نہیں کہ بلا قصور ایک ایسے صاحب فکر و نظر عالم و فاضل اور اہل بصیرت، کہ محبوس زندان رکھ کر اور پاکستان کو ان کے فیوضات علمی سے محروم کر کے حکومت نے نہایت ہی نفرت انگیز رویہ اختیار کیا ہے۔

اس دفعہ جماعت اسلامی نے حکومت کو چیلنج کیا۔ کہ پانچ طریقوں میں سے کوئی طریقہ حکومت اختیار کر کے یا تو مولانا مودود اور ان کے رفقاء کو مجرم ثابت کر دے اور پھر چاہے سزا دے۔ اور یا اگر وہ بے گناہ ثابت ہو۔ تو اسے رہا کر کے مسلمانوں کو اس سے مستفید کرنے کا موقع دے۔ کیونکہ پاکستان کے لئے یہ حالات

موجودہ مولانا جیسے حضرات کی ضرورت ہے۔ اور اگر حکومت ان میں سے کوئی طریقہ اختیار نہیں کرتی۔ تو اس کے مضے یہ ہیں۔ کہ مولانا یقیناً بے گناہ ہیں۔ اور ارباب اقتدار صرف اپنی گدیوں کو محفوظ رکھنے اور نااہلیوں کے باوجود قیادت کی کرسیوں پر متمکن رہنے کی خاطر یہ ظلم و عدوان کر رہی ہے۔ یہ استبداد صرف اس خطرہ کی بنا پر ہے۔ کہ ان کو یہ نظر آ رہا ہے۔ کہ مولانا مودود جس نظام اسلامی کے داعی ہیں۔ اگر پاکستان میں وہ نظام برپا تھا۔ تو پھر اپنی غیر اسلامی زندگیوں کی وجہ سے ہم کو یہ عہدے اور مناصب نہ مل سکیں گے۔ اس لئے صرف اس جوش انتقام میں مولانا مودود کو ستایا جا رہا ہے جماعت اسلامی کی طرف سے یہ چیلنج عام جلسوں، پوسٹروں، پمفلٹوں، ہینڈ بلوں کی صورت میں بار بار شائع کیا گیا۔ اور اخبارات نے بھی اس کی تائید کی۔ شورش کشمیری نے گورنر پنجاب کے نام جو مکتوب مفتوح چٹان میں شائع کیا۔ اس میں تو شورش صاحب نے نہایت درد مندانہ لہجہ میں تمام حقیقت حال واضح کی۔ ان حالات میں خیال تھا۔ کہ یا تو حکومت جماعت اسلامی کے چیلنج کو قبول کر کے مفصل بیان شائع کرتی جس میں مولانا مودودی صاحب اور ان کے رفقاء پر الزام قائم کیا جاتا۔ اور یا انہیں رہا کرتی۔ مگر اس دفعہ نہ تو اس سلسلہ میں کسی قسم کا بیان شائع ہوا۔ اور نہ ریائی کی گئی۔ بلکہ مزید چھ مہینے کا افسانہ حسب معمول سابق کیا گیا ہے۔

جماعت اسلامی نے پھر تمام شہروں اور قصبہات میں اس افسانہ قید کے خلاف ایک ہمہ گیر احتجاج کیا۔ اور عوام کو سمجھایا۔ اور چیلنج کو دہرایا ہے۔ اور ان کے احتجاج اور عوام تشہیر و اشاعت چیلنج کا یہ اثر ہر جگہ پڑ گیا ہے۔ کہ عوام اب یہ سمجھنے لگے ہیں۔ کہ

منتخب القل

”حقوق اور قرآن“

(مولانا محمد زاہد صاحب الحسینی)

کہ ہم اسکو ذکر الہی اور اطاعت خداوند تعالیٰ میں مشغول و مصروف رکھیں۔ اسی لئے قرآن کریم نے گنہگاروں کے متعلق فرمایا۔ وَ لکن الناس انفسهم یظلمون۔

(۲) یورپ کے اکثر متقدمین کا یہ عقیدہ رہا ہے۔ کہ خودکشی ایک بہترین کام ہے۔ جیسا کہ پلینی نے فخریہ لکھا ہے کہ اس باب میں عبد کو معبود پر فغفیلیت ہے کہ وہ جب چاہے زندگی کو بغیر ادا کہہ سکتا ہے۔ چنانچہ لکرتیش۔ کیسیس۔ جیوس۔ اٹلیکس وغیرہم یورپین مفکروں نے خودکشی کر کے موت حاصل کی ہے۔ (اخلاق یورپ ص ۱۷۸)

ہندوستان کے مایہ ناز لیدر مسٹر گاندھی نے خودکشی کا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ اگر بارہا میں پنجاب ڈسے مٹا گیا تو میں آگ میں جل مروں گا۔ (مدینہ ص ۲۵)

جسم کا حق (۱) جسم کو عذاب و ستم نہ رکھنا۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ یحب المتطہرین۔

(نقرہ) اللہ تعالیٰ خوب پاک و صاف رہنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔

(۲) وضو کرنا، غسل کرنا۔ یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوہکم وایداکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلكم الی الکعبین۔ وارکعتکم جنباً فاظہروا۔ (للہ اللہ) اسی ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کے لئے اٹھو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کنیوں سمیت

حقوق حق کی جمع ہے۔ اسلامی تعلیم میں اس کا معنی یہ ہے۔ کہ ہر ایک انسان پر دوسری کائنات کے کچھ ایسے فرائض ہیں جن کا ادا کرنا حتمی الامکان اس کے لئے ضروری ہے۔ قرآن کریم نے ان ہی حقوق اور آداب و اخلاق کو مفصل و شرح طریقہ پڑھ فرمایا ہے۔ ۶۶ مقامات پر قرآن حکیم نے اخلاق و آداب و حقوق کو بیان فرمایا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک طویل حدیث میں حقوق کی فہرست بیان فرمائی ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے :-

نیشک تیری جان کا تجھ پر حق ہے، تیرے بدن کا تجھ پر حق ہے، تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے، تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے اور تیرے لئے ملنے والے کچھ پر حق ہے اور تیرے پڑوسی کا بھی تجھ پر حق ہے۔“ الحدیث

جان کا حق | خودکشی نہ کرو۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ لَا تَقْتُلُوا انفسکم۔ اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ لَا تَلْقُوا بائدیکم الی التملک۔ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ قُوا انفسکم واهلیکم ناسراً۔ اپنے آپ کو اور اپنی اہل کو آگ سے بچاؤ۔

نوٹ ! (۱) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اعمال بلکہ ناخدا اور اس کے رسول کی نافرمانی دراصل اپنے نفس کو ورنہ کی آگ میں ڈالنا ہے۔ جو اس نفس پر ظلم ہے۔ کہ جو مہارے پاس اس لئے امانت ہے۔

دھو ڈالو۔ اور سر دل کا مسح کرو۔ اور پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھو ڈالو۔ اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک کرو۔
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔
کہ جسم کا پاک و صاف رکھنا ایمان کا ایک حصہ ہے۔ یا ایمان کا نصف ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر ہفتے میں ایک دن غسل کرنا مسلمان پر اس کا اپنا حق ہے۔ کہ اس دن میں وہ اپنا سر اور جسم دھو ڈالے۔ (بخاری و مسلم)

اولاد کا حق | ماں باپ پر اولاد کے مندرجہ ذیل حقوق ہیں۔
(۱) حل کو ضائع نہ کرے۔ چونکہ حل کا علم یقینی طور پر ماں کو ہی ہوتا کرتا ہے اس لئے ماں کو فرمایا۔ ولا یحل لهن ان یتکمن ما خلق اللہ فی ارحامہن ان کن ید من باللہ والیوم الآخر (بقرہ ۲۲۳) اور ان کو حلال نہیں کہ چھپا رکھیں جو پیداک اللہ نے ان کے پیٹ میں اگر اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتی ہیں۔

(۲) اولاد پیدا ہونے پر اس لئے بُرا نہ منائے کہ وہ لڑکی ہے لڑکا نہیں۔ کہ یہ کفار کی عادت تھی۔ واذا بشروا احداکم بالا انثی ظل وجهہ مسوداً و هو کظیم۔ یتوارى من القوم من سوء ما بشروہم۔ (یوسف ۱۸) اہمسکھ علی ہون امرید سلک فی التراب۔ (الامساء ما یحکمون)۔ (النحل ۱۸) اور جب خوشخبری ملے ایسی کسی کو بیٹی کہہ مارے دن رہے اس کا منہ سیاہ۔ اور دل تنگ لوگوں سے مارے برائی کے چھتا پھرے اس خوشخبری سے جو اس نے سنی۔ اس کو رہنے دے ذلت قبول کرے یا اسکو مٹی میں دفن کر دے۔ سنتا ہے۔ یہ بُرا فیصلہ کرتے ہیں۔
لفٹا !

حل کو ضائع نہ کر دینا چاہیے۔ بلکہ اگر حاملہ عورت مرجائے اور اس کے پیٹ میں حمل ہو تو اس کے تجنیز و تکفین کے بعد بھی اس کے پیٹ کا اپریشن کر کے بچے کو نکالا جائے۔

(بقیۃ المسترشین ص ۹۵) (باقی آئندہ)

تبلیغ کتابیں !

آخری پیغام حق | حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تقریر جو پہلے شمس الاسلام کے صفحہ پر حلیہ گروپ کی طرف اور امیدوار و مقبل ہو چکی عام افادہ کے لئے کتابی شکل میں پرنٹنگ پریس کی طرف ”آخری پیغام حق“ کے متعلق حضرت سیدنا شہید محمد شریف تحریر فرماتے ہیں۔ ”حضرت کوئی غصہ نہ کرے کہ آخری کلام انصاف نہایت گہرے گہرا ہیں۔ اور ناظرین کی ہدایت کے لئے مشعل باہ ہیں“ قیمت ۱۰/۰ محصول لاگ

کشف التلبیس | مصنفہ مولانا سیدتین صاحبہ دہلوی۔ یہ کتاب شیعوں کے مشہور ”روایات“ کے جو اہم گروپ کی طرف شیعوں کے رسالہ ”الکون“ کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار باستی و جو اٹھائی گرامی کا باعث بن چکا ہے۔ شیعہ رؤسا کی طرف سے شیعوں میں تقسیم ہوتا رہتا ہے شیعوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی نقول ہوا دلائل و مذہب پر ایمان میں تبلیغ و اس کتاب میں موجود ہے۔ شیعوں کے تمام مطاعن اور اعتراضات کے جواب دیئے گئے ہیں۔ قیمت حصہ دوم ۸/- حصہ سوم ۶/- (پہلا حصہ ختم ہو چکا ہے)۔ ہر دو حصہ طلب کرنے پر قیمت ۱۲/- علاوہ محصول لاگ

ملنے کا پتہ : منیجر جمیلہ شمس الاسلام۔ جمیلہ۔ (مغربی پاکستان)

تیسرے باب

(مولانا محمد الدین صاحب عاصی متعلم دارالعلوم دیوبند)

دنیا میں امیر و غریب کا فرق ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے۔ لیکن خدا کے قانون میں انسانی عزت و احترام کا گذر اور ان کا مدار دولت و ثروت میں نہیں ہے۔ علم و ہنر و اخلاق و دیانت داری پر ہے۔ اس باب میں مذہب اسلام کی سب سے بڑی تعلیم دی ہوئی یہ ہے۔ کہ تمام دنیا کے انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ایک ہی نسل و بنیاد سے ہیں۔ نہ ان میں سے کسی کو برتری و کمتری حاصل ہے۔ نہ کسی کو کسی سے نفرت کا حق۔ ہاں البتہ فضل و شخصیت کے اعتبار سے کوئی اونچا ہے تو کوئی نیچا۔ کوئی اعلیٰ ہے کوئی ادنیٰ۔ کوئی نیک کر دار ہے تو کوئی بد کردار۔ یہ سب کچھ نتیجہ ہوتا ہے انسان کے اپنے اعمال کا! مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب جیسی سرزمین اور جاہل عربوں کی حیرت ناک بصیرت جس سے مسلمانوں کی جاہ و جلال، شان و شوکت اور علم و حکمت کا سورج غروب ہو چکا تھا۔ جو صلہ شکن عرصہ میں آپ نے انسانی مساوات کی ایسی تعلیم و تربیت دی جس سے کائنات کا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا۔ خصوصاً عرب کی وہ قوم ہون و دوات کی پرستار اور اپنی شرافت، بہادری، عزت، عقل و سمجھ میں کسی کو اپنا ہمسرہ نہ سمجھتی تھی۔ لیکن سرکارِ مدینہ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا ایسا سبق دیا کہ بڑے سے بڑے رئیسِ عظیم کو یہ جرأت نہ رہ گئی کہ اپنی عظمت و شہرت کے زعم میں کسی غریب یا زبردست کو ستاوے یا اس سے ذلت کا برتاؤ کرے!! آنحضرت

کی عادت یہ تھی کہ غریبوں کا احترام دو ہمتندوں سے زیادہ کیا کرتے تھے۔ یتیموں کے والی، بیکیوں کے مددگار تھے۔ مقرر و مضمون کا بارگراں اپنے سر پر اٹھا لیتے اور کمزوروں کی مدد کرتے تھے!! غلاموں اور باندیوں کی حالت اس زمانہ میں یہ تھی۔ کہ جانوروں سے کم ہیں بدتر سمجھتے تھے۔ انہیں طرح طرح کی سزائیں دی جاتیں اور ان پر ہر طرح کے مظالم ڈھائے جاتے تھے۔ ان کے لئے نہ کمین عدل و انصاف تھا نہ قریب رسی، لوٹ کھسوٹ، مار پیٹ، غارتگری کا چرچا ہر جگہ بالکل صاف و ظاہر تھا۔ ہر محلہ ہر خطہ اور ہر بازار کی قویں و دشمنانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ اور اپنی من مانی راستے پر اٹل رہتی تھیں۔ نہ تو کسی کو کسی سے رحم و کرم کی امید نہ بھلائی و بہبود کی توقع تھی۔ آنحضرت کی ذاتِ بابرکت نے اپنی تعلیم اور طرزِ حکیمانہ سحر ان کو راہِ کج سے ہٹا کر راہِ مستقیم پر لائے انہیں انسان کا مرتبہ عطا کیا۔ ایک لطیف صورت حال پیدا کر دی۔ کمتری کا احساس ہر کس ناکس کے دل و دماغ سے مٹا دیا۔ ہمدردی و اعانت کا حکم صادر فرمایا۔ غلاموں کو اپنی اولاد کے برابر سمجھنے کی انتہائی تاکید کی۔ اور فرمایا کہ جو تم خود کھاؤ انہیں کھلاؤ۔ جو تم خود پہننا انہیں پہننا۔ جن چیزوں کو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو ان کے لئے بھی پسند کرو۔ ان کو غیرت سمجھو۔ بلکہ اپنی ہی اولاد سمجھو۔ غلاموں کو آزاد و بری کرنے کے لئے ہر وقت کو شان رہتے تھے۔ اور عوام الناس کے سامنے ارشاد فرمایا کرتے تھے غلاموں کو آزاد کرنا بہت بڑی نیکی

دبھلائی ہے۔ اور خود ان لوگوں سے سید محبت و شفقت سے پیش آتے۔ گو آپ ان کی دلجوئی و دلداری کا ہر چوبیس گھنٹے خیال رکھتے اور شیریں ربانی و نرم گوئی کے ساتھ نوازتے تھے۔ اور ان لوگوں کے ساتھ برابر اچھا سلوک کرتے تھے۔ اگر کوئی غلاموں کے معاملے میں بات نہ مانتا تھا تو دبان فیض ترجمان سے فرماتے خدا سے ڈرو خدا کا عذاب و عقوبت سخت ترین ہے۔ اور غیظ و غضب کی آفریں سزا ہے۔ تم خدا کی سلطنت و پادشاہت میں رہ کر کمزور و مجبور کو بڑا و سزا کا مستحق سمجھتے ہو۔ لیکن تمہاری یہ حکومت و فرمانروائی ذوالجلال کی حاکمیت میں کارآمد یا نجات دہندہ نہیں ہو سکتی۔ تمہاری طاقت و قوت قرربانی کے آگے ہیچ ہے۔ دوزخ کی دھکنی ہوئی آگ سے خوف کرو۔ اور نارہم کے پلکتے ہوئے شعلوں سے بچنے کے لئے کوشش کرو۔ جسے تمہاری آنکھیں آج دیکھ بھی نہیں سکتیں۔ غرض ہر طرح ترغیب و ترہیب کے ذریعہ انہیں ظلم و ستم سے باز رکھنے کی سعی فرماتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر عزیز حالت غریب و مفلسی میں گزاری۔ لیکن باوجود اس کے آپ کی پاکیزہ زندگی صبر و استقلال، تحمل و بردباری، بذل و انثار، وفا کشی و وفا کشی کا بیش بہا نمونہ تھی۔ آپ ہر دکھ کو شگھ، ہر مصیبت کو راحت سمجھتے تھے۔ اور آپ کی ذات گرامی خلق عظیم، ہمد و سخا، شجاعت و بہادری، شفقت و عنایت کا سرچشمہ تھی۔ مگر دنیا والوں نے اس کا فواخیال نہ کیا۔ اور آپ کی تعلیمات پر زیادہ توجہ نہیں کی۔ آپ کا لقب رحمۃ اللعالمین ہے۔ اور بیشک آپ عالم کے لئے ابر رحمت بن کر دنیا و آخرت میں جلوہ افروز ہوئے تھے۔ مظلوموں کی پشت پناہی اور بیواؤں کی خبر گیری فرماتے۔ اگر رات کو کسی عذر شدید کی بنا پر ان کے مکان تک نہ پہنچ سکتے تو صلی الصبح بستر راحت سے اٹھ کر ضروریات انسانی سے فارغ ہوتے ہی خبر گیری کو پہنچ جاتے۔ اور جہاں کہیں سے بھی آہ و نغافاں گریہ و زاری کی صدائیں نکلتیں اس جگہ

اچھی طرح تحقیق فرماتے۔ اور جب تک کہ تکلیف کو رفع نہ کر دیتے وہیں قیام فرماتے۔ اور اگر راہ میں کوئی سوال کرتا تو آپ نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ جواب دیتے تھے لگھریں جو کچھ بھی محتاج تک اسے خیرات نہ کر دیتے آرام سے نہ بیٹھتے تھے۔ اس حالت میں حمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ حمان کو دیکھ کر آپ کو دلی اور روحانی مسرت ہوتی تھی۔ گھر میں جو کچھ بھی پکتا تھا سب حمان کے سامنے حاضر کر دیا جاتا تھا۔ لیکن مجھے حیرت ہے کہ آج کل کے مسلمان تو ایسے ہیں کہ سائل کی آواز سن کر گھر میں چپکے دیک جاتے ہیں۔ حالانکہ قرآن عزیز ارشاد فرماتا ہے۔ واما السائل فلا تنھما۔ یہ کس کا فرمان ہے۔ خدائے رحیم و کریم کا۔ پھر جس کا خدا وحدہ لا شریک ہو۔ جس کی کتاب اللہ ایک ہو۔ جس کا رسول ایک ہو۔ جس کا قبلہ ایک ہو۔ جس کا مذہب ایک ہو۔ جس کے اعمال و اخلاق ایک ہوں۔ پھر کیوں ہم نے اسے پس پشت ڈالیا۔ فراس بارے میں ہمیں یہاں کچھ کہنے کا موقع نہیں۔ اتنا بھی اس لئے عرض کر دیا کہ شاید و باید آپ کی توجہ اب بھی خدا کی جانب ہو جائے۔

خلق محمدی کے بارے میں کہاں تک تذکرہ کروں مختصر یہ ہے کہ سب کو معلوم ہے، سب جانتے ہیں۔ غریبوں اور مسکینوں کی دستگیری آپ نے کی۔ بیماروں کی عیادت کو صبح و شام آپ تشریف لے گئے۔ فقر و محتاجی کی زندگی آپ نے بسر کی۔ خود مصیبت جھیا، ہر دوسروں کو راحت آپ نے دی۔ اور کون سی خوبی تھی کہ آپ کی ذات اقدس میں نہ پائی جاتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچوں سے خصوصاً سید محبت تھی۔ اور بچے بھی آپ کی کریمانہ طبیعت پر جان نثاری کرتے تھے۔ اگر کہیں بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھ پتے تو شہر کر بغورد بچکتے اور ان کے سر پر دست شفقت رکھتے۔ کیسے خوش نصیب تھے جن کے سر پر سرکارِ دو عالم سلطانِ دو جہان کا دست

شفقت سایہ فلک رہا۔ آپ نرمی کے ساتھ باتیں کرتے۔ اور سر پر ہاتھ پیرتے ہوئے دلچسپی کا اظہار کرتے تھے۔ سفر میں اگر اونٹ کی سواری ہوتی تو بچوں کو آغوش میں بیٹھلا لیتے۔ اور انکی دلجوئی کرنے لگتے تھے۔ اور اگر کوئی قصور کسی بچے سے ہو جاتا تو مار پیٹ یا ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتے۔ بلکہ نرمی و ملامت سے سمجھاتے تھے۔ یہ عہد رومی و الفت محض دوستوں کے بچوں اور مسلمان ہی کے بچوں تک محدود و مخصوص نہ تھی۔ بلکہ کافر و مشرک دوست و دشمن، ہر ایک کے بچوں کے ساتھ ہی برتاؤ تھا۔

محبوب کبریا دنیا کے ذرا دار سے معاملے میں اپنی عقل و دانائی سے وہ کام کرتے کہ کسی بڑے سرور و دشمن کو بھی آپ کی عیب جوئی اور حرف گیری کا موقع نہ ملتا تھا۔ آپ کی دیانت و امانت کی شہرت ہر چھوٹے بڑے ملک کے لوگوں کی زبان پر تھی۔ بھلا کیوں نہ ہو۔ جنگی صورت و سیرت کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہے إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ سب سے زیادہ سیرت کی بات یہ ہے کہ سرور کائنات کا عدل و انصاف حمد و ثنویت سے لیکر آخر وقت تک یکساں رہا۔ آپ کے عدل و انصاف کو عالی منزلت اور جلیل القدر لوگ بھی سمجھنے میں دریغ و تامل نہیں کرتے تھو کیونکہ جسطرح آپ کا سلوک دوسروں سے بہترین تھا۔ اسی طرح قریب ترین رہنے والے عزیزوں سے بھی ہمیشہ محبت و احسان سے پیش آتے تھے۔ اور آپ جس مجلس میں شرکت فرماتے ہر سوا حسد نہ کی آوازیں گونجنے لگتیں۔ اور جس محفل میں جانیٹھے شمع محض بن جاتے تھے۔ کیوں نہ ہو توحید و رسالت کا پیغام لائے تھے ساری ساری رات عبادت گذاری کرتے اور چٹائی پر آرام فرماتے۔ مسلسل تین چار روز تک فاقہ کشی آپ نے کی۔ اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر دوسروں

کا پیٹ بھرنے والے آپ تھے۔ کلیجے کے ٹکڑے کو بھوکا رکھ کر غیروں کو کھلا دینے والے آپ تھے۔ دشمنوں سے محبت خیروں سے شفقت کرنے والے آپ تھے۔ نہ آپ کے پاس دھن و دولت تھی نہ مال کا ذخیرہ تھا۔ آپ اہل ثروت نہیں بلکہ پورے نشین تھے۔ لیکن آپ کی صدق گوئی کی روم و شا کے ہر خطہ اور ہر نواح میں شہرت تھی۔ آپ اپنا کپڑا اپنے ہاتھ سے دھو لیتے۔ اپنا ہوتا سیتے۔ کپڑا چھٹ جاتا تھا تو خود سی لیتے تھے۔ بازار سے سودا سلف خرید کر لاتے۔ گو یا کسی کام کو کرنے میں عار نہیں سمجھتے تھے۔ آج کل تو اکثر و بیشتر مسلمان معمولی سے معمولی کام اپنے ہاتھ سے کرنا کسر شان کا باعث سمجھتے ہیں۔ خدا نخواستہ اگر کبھی کوئی کام کر بھی لیا تو خدا جانے نوکر کو کتنی گالیاں دیئے جلتے ہیں مگر ہادی برحق کی ایک بیوی نہیں۔ بلکہ کئی بیویاں موجود تھیں۔ مگر ہر کام اپنے دست مبارک سے کر لیتے تھے۔ آپ ازواج مطہرات کے ساتھ براہی کا برتاؤ رکھتے تھے۔ کبھی کسی کو شکایت کا موقع نہ دیتے تھے۔ آپ کا لطف و کرم ہر جگہ اور ہر موقع پر عام تھا۔ نامراد آپ کے دے کا میاب و بامراد گئے۔ آپ کی رفتار و رفتار، صلح و ہشتی، نرمی و بردہاری سے آج ساری دنیا ملک اٹھی۔ آپ نے پہلے ہی تن تنہا تمام عالم کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر اسلام کو فروغ دیا۔ آپ اخلاق کریمہ اور محاسن کا کامل ترین نمونہ تھے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے اخلاق و عادات کو آپ کے اخلاق و عادات کے مطابق بنائیں۔ اور آپ کے نقش قدم پر چلیں۔ اور زندگی کا ہر پہلو اچھی طرح سے مطالعہ فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیکر و اخلاص کا اتہار کرنے میں ذرا بھی سستی نہ کریں۔ کیونکہ ہم اے لے ایسے جن دنیا میں کھلائے ہیں کہ آج تک تمام دنیا خوشہ سے مکی ہوئی ہے۔ اب اس کے بخیر ہماری صحیح تربیت نہیں ہو سکتی۔

کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے رنج و راحت، موت و حیات میں شریک رہیں گے۔ ایک پر کسی قسم کا تاوان لازم ہوگا۔ تو دوسرا ادا کرے گا۔ جو زندہ رہے۔ وہ مرنے والے کی میراث پائے گا۔ (۳) متبہی کر لینا۔ جو شخص کسی غیر کی اولاد کو بیٹا بنا لیتا۔ وہ دونوں باہم حقیقی باپ بیٹے کی مانند سمجھے جاتے۔ اور ایک دوسرے کا وارث ہوتا۔

ابتداءً اسلام میں بھی انہی علاقوں کی وجہ سے میراث ملتی رہی۔ اور ایک علاقہ مواغات کو زیادہ کر دیا گیا۔ یعنی جس صاحبزادہ انصاری کو آپ باہم بھائی بنا دیتے۔ اُن میں ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا۔ اگرچہ یہ بھی فی تحقیق حصہ مادہ کی ایک قسم ہے۔ اور کچھ دنوں کے بعد یہ لازم ہو گیا کہ ہر شخص بہ وقت وفات اپنے والدین اور اقرباء کے لئے اپنی رائے سے مناسب سمجھ کر وصیت کر جائے اور اپنے مال میں سے ہر ایک حصہ مقرر کرے۔ چنانچہ سورہ بقرہ کی اس آیت میں بھی یہی حکم ہے۔ کتب علیکم اذا حضر احدکم للوثة ان تراث خلیوان الوصیۃ للوالدین والاقربلین بالمصروف۔ (سورہ بقرہ) لازم کیا گیا ہے تم پر جس وقت کسی کو تم میں سے موت پیش آئے۔ اگر مال چھوڑ جائے۔ وصیت کرنا واسطے والدین اور رشتہ داروں کے مناسب دستور و طریقہ کے مطابق۔ کچھ عرصہ تک وصیت کے وجوب و لزوم کا یہ حکم تھا۔ میراث کے بارے میں غلط فہمی کی اصلاح کی طرف یہ پہلا قدم تھا۔ کہ اُن کو اس چیز کی طرف توجہ دلائی گئی کہ تمہارا مال مرنے کے بعد صرف جو ان مردوں کے پاس نہ جانا چاہیے بلکہ والد کی طرح والدہ کو بھی اور اسی طرح دوسرے رشتہ داروں میں سے عورت کے رشتہ داروں کو بھی ملنا چاہیے۔ اور اگر رسم عام کی بنا پر اُن کو دیے ہوئے پنچنے کی صورت نہیں ملتی

تو تم لازماً وصیت و تاکید کیا کرو تاکہ وہ محروم نہ رہیں۔ اور اس آیت و وصیت کے بعد والی آیتوں میں اُن لوگوں کو تاکید کے ساتھ سمجھایا گیا۔ جو مرنے والے کے بعد اُس مال مقررہ کو تقسیم کرتے ہوں کہ وہ درست وصیت کو پورا کرنے کا خیال رکھائیں۔ اور کسی قسم کی تبدیلی کئے بغیر اس کو نافذ کر دیا کریں۔ اس کے بعد تدریجاً اور اصلاحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور حسب قاعدہ خداوندی بالتدریج عملدرآمد ہونے لگا۔ کیونکہ دفعۃً سخت حکم پر عمل کرنا نہایت شاق اور گراں ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ ضروری حکم سب سے پہلے نازل ہوا۔ اور ارشاد فرمایا گیا۔ کہ عزیز و اقارب جو مال چھوڑ کر جاتے ہیں۔ اس میں جیسے مردوں کا حق ہے اسی طرح عورتوں کا بھی حق ہے۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ حضرت اوس بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ ایک زوجہ ام کحہ چھوڑی اور تین بیٹیاں۔ حضرت اوسؓ نے جن دو شخصوں کو اپنے مال کا کار پرداز اور وصی بنا دیا تھا۔ انہوں نے حسب رواج قدیم کل مال اوسؓ کے چچہ زاد بھائیوں خالد اور عرظہ کو دیدیا۔ اور زوجہ اور بیٹیاں محروم اور روٹی رہ گئیں۔ ایسے بکیں اور غریب مسلمانوں کا چارہ گر اور مددگار ذات بابرکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کون ہو سکتا تھا۔ دھڑی گھبرائی ہوئی خدمت شریف میں حاضر ہوئیں۔ اور عرض کیا کہ شوہر کے کارپہ اڑوں نے نہ مجھ کو کچھ دیا۔ نہ میری بیٹیوں کو۔ آپ کو یہ حال زار سن کر نہایت افسوس ہوا۔ لیکن جیسا کہ آج کل بعض لوگوں نے سمجھ رکھا ہے

۱۔ کتب تھا سیر میں مختلف عبارتیں ہیں۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں بھائی تھے۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ چچا زاد بھائی تھے بعض سے یہ کہتا ہے کہ یہ دونوں وصی تھے۔ اور ناموں میں بھی کچھ اختلاف ہے۔ حضرت مولانا السید میاں مضر حسین صاحب دیوبندیؒ نے یہ تطبیق فرمائی ہے۔

اس حکم کو سنکر آپ نے اوسل کے کارپردازوں کے پاس کھلا بھیجا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا کچھ میراث میں مقرر فرمادیا ہے۔ لیکن ابھی تک مقدار حصہ مقرر نہیں فرمایا۔ لہذا تم اوسل کے مال کو بچسبہ حفاظت سے رکھنا۔ ایک حبثہ خرچ نہ کرنا۔ غنقریب کوئی حکم ہو جائیگا۔

اس قصہ کو کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ اور ہنوز کوئی حصہ خاص معین نہیں فرمایا گیا تھا۔ کہ دوسرا واقعہ پیش آیا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج کے جلیل القدر انصاری صحابی شوال ۳۱ھ میں احد کی مشہور لڑائی میں بارہ زخم لگ کر شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے بھائی نے حبیب دستور قدیم کل مال پر قبضہ کر لیا۔ زوجہ اور بیٹیاں محروم رہ گئیں۔

مسلمانوں کا باؤلی دلچا اور بے کسوں کا فریاد رس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا کوئی تھا ہی نہیں۔ ان کی زوجہ بھی لڑکیوں کو ہمراہ لے کر آپ ہی کی خدمت میں فریاد کرنے آئیں۔ اور عرض کیا کہ یا حضرت میرے شوہر سعد بن ربیع کی یہ دو لڑکیاں ہیں۔ ان کے والد نے غزوہ احد میں حضور کے قدموں پر جان نثار کر دی۔ جو کچھ ان کا ترکہ اور مال تھا وہ سب ان لڑکیوں کے چھانے لے لیا۔ اور ان کے لئے کچھ نہ چھوڑا۔ اب ان کے نکاح کی بھی فکر ہے۔ اور جب تک کسی قدر مال نہ ہو عزت کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا۔ کیا علاج کریں۔ آپ نے اس کے تصفیہ کو بھی خدا تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں ملتوی رکھا۔ اور سعد بن ربیع کی زوجہ کو یہ ارشاد فرما کر رخصت کر دیا کہ غنقریب اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرمادیں گے۔

یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ میراث میں عورتوں کا بھی حق ہے۔ صرف حصہ اور مقدار معین ہو۔ نہ کا انتظار تھا۔ حضرت سعد کی زوجہ محبور و لاچار تھی اور انتظار شد من الموت ہوتا ہے۔

آپ خود مختار حاکم اور خدا کی خدائی میں شریک نہ تھے۔ اور اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہ فرما سکتے تھے۔ اس لئے احکم الحاکمین کے حکم کا انتظار فرمایا۔ آپ نے اوسل کی زوجہ کو تسلی دیکر فرمایا۔ اپنے مکان کو لوٹ جاؤ۔ اور جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی فیصلہ نہ ہو صبر کرو۔ اور جیسا کہ آپ ہمیشہ واقف تھا اور معاملات کے حکم کے لئے منتظر ہا کرتے تھے۔ اور اسی طرح حسب موقع و ضرورت تینیس برس میں رفتہ رفتہ قرآن مجید نازل ہوا ہے، جناب احکم الحاکمین کے حکم کا انتظار فرما رہے تھے کہ یہ ارشاد نازل ہوا۔

للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقرابون وللنساء نصيب مما ترك الوالدان والاقرابون مما قل منه او كثر (نساء)

مردوں کے لئے بھی والدین اور رشتہ داروں کے ترکہ میں حق مقرر شدہ ہے۔ اور عورتوں کے لئے بھی۔ خواہ وہ مال مقرر و کفیل ہو یا کثیر۔

اس حکم سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ ترکہ اور میراث صرف مردوں ہی کا حصہ نہیں۔ بلکہ مردوں کی طرح عورتوں کا بھی اس میں کوئی حق مقرر ہے۔ اگرچہ اس زمانہ کے لئے یہ حکم نہایت عجیب اور چونکا دینے والا تھا۔ لیکن اس خوبی سے بیان فرمایا گیا۔ کہ شاق اور ناگوار نہیں لگتا۔

اس مجلس سے ایک قسم کا شوق پیدا ہو گیا کہ دیکھتے عورتوں کے لئے کیا حصہ مقرر ہوتا ہے۔ اور چونکہ ظاہر الفاظ یہ شبہ بلکہ گمان غالب ہوتا تھا کہ عورتوں کو برابر کی شریک اور بالکل مردوں کے مانند حصہ دیا جائے گا۔ اس لئے پیچھے نازل ہونے والے حکم سے عورتوں کا مردوں سے آدھا حصہ سن کر گرانی نہیں ہوئی۔ بلکہ خاص تسلی یا خوشی حاصل ہو گئی۔ سبحان اللہ العظیم المحکیم۔

اس لئے وہ بچاری چند دن تک صبر کرنے کے بعد پھر روتی ہوئی خدمت مبارک میں حاضر ہوئی۔ ان کا یہ رونا رحمت الہی کے نزول کے لئے بہانہ بن گیا۔ اور میراث کا سبب آخری اور قطعی صاف مشرح حکم نازل ہو گیا۔ یو صیکم اللہ فی اولادکمہ (آخر کو رع تک) لے

جس میں زوجہ اور بیٹیوں کا حصہ بھی مقرر فرمایا گیا ہے۔ اور دوسرے تمام وارثوں کے نہایت وضاحت سے یقینی اور قطعی حصے مقرر فرمائے گئے ہیں۔ جن میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کی تعمیل میں سعد بن ربیع کے پاس کھلا بھیجا کہ اپنے بھائی کے مال میں سے دولت لے۔ اور کیوں کو دیدو۔ اور انھوں حصہ ان کی والدہ کو اور جو کچھ باقی رہے وہ تمہارا ہے۔ (ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ احمد مشکوٰۃ ص ۲۶۷)

اسلام کے اس پر حکمت اور سبب آخری قاعدہ میراث کے مطابق جو سبب پہلی میراث تقسیم ہوئی ہے۔ وہ یہی سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی میراث تھی۔ اس کے بعد آپ نے اس کے مال میں سے بھی دو حصے تین بیٹیوں کو اور انھوں حصہ زوجہ کو اور باقی چھپانا دے بھائیوں کو دلوادیا۔ اور اسی قاعدہ پر عملد مآد شروع ہو گیا۔ اب حصہ میراث کی اصلاح کامل ہو گئی۔ اور بدوئی کسی ناگواری کے عورتوں کا حق ثابت ہو کر نصف حصہ مرد سے مقرر ہو گیا۔

غرض اس آخری حکم نے میراث کے ان تمام احکام کی مینا کو ختم کر دیا جو چند روز کے لئے جاری کر دیئے گئے تھے۔ اور وہ سب اس کی وجہ سے منسوخ سمجھے گئے۔ مہاجرین و انصار کی باہمی میراث کا قصہ ختم ہوا۔ متبنی کو ترکہ ملنے کا طریقہ محدود ہوا۔ اور وارثوں کو وصیت ناجائز قرار دی گئی۔ اب اسباب و علاقہ میراث صرف تین ہو گئے۔ (۱) نسب (۲) نکاح (۳) ولاد یعنی باہمی عہد معاہدہ اور غلام آزاد کرنے والے کا حق، اور تمام وارثوں کے مختلف احکام اور حصے مقرر ہو گئے۔ جو ہمیشہ کے لئے واجب العمل اور قیامت تک نافذ و جاری ہونے والے ہیں لے

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ احکام میراث سے قبل والدین اور دوسرے رشتہ داروں کو مال موقوفہ میں سے دینے کا حکم اس طے پر تھا۔ کہ مرنے والا وصیت کر دے۔ لیکن جب میراث کے احکام نازل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے وارثوں کے حصص کی خود تعیین فرمائی تو اس سحر و صیت کے حکم کا وہ حصہ جو ایسے رشتہ داروں کے بارے میں تھا جن کو اب وارث قرار دیا گیا ہے منسوخ ہوا۔ مثلاً اب مرنے والے کو والد یا والدہ کے لئے وصیت کرنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے والد اور والدہ کا حصہ خود معین کر کے بتا دیا۔ علیٰ ہذا القیاس دوسرے وارثوں کے حصص معین کو بھی سمجھ لیجئے۔ اب جمہور علماء اسلام

۱۔ ان کا نجل یورث کلانہ سے آخر کو رع تک حضرت جابر رضی کے حال کے متعلق ہے یہاں مجازاً تمام کو رع کا شان نزول

قصہ زوجہ سعد بن ربیع کو بیان کیا گیا ہے۔ جیسے بعض روایتوں میں پورے کو رع کا شان نزول قصہ جابر رضی کو کہا گیا ہے ۱۲

۲۔ یہاں تک کی ساری تفصیل قدسے حگ و اضافہ کے ساتھ حضرت الاستاذ مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی رحمہ اللہ مرحومہ کی مشہور کتاب مفید الوارثین سے ماخوذ و لفظ ہے۔ میرے نزدیک ان کا بیان اس بارے میں نہایت منقطع و سلیس تھا۔ اس لئے بعینہ ان کے الفاظ کو نقل کرنا مفید و موجب برکات سمجھا۔ اللہ اعلم ما خفہ و ما وصلہ الی غایتہ امتناہ ۱۳

کے ہاں بالاتفاق یہ طے شدہ مسئلہ ہے۔ کہ جو وارث ہوں اُن کے لئے وصیت نہیں کی جاسکتی۔ اور اُن کے بارے میں آیت وصیت کا حصہ اب منسوخ ہو چکا ہے۔ بعض علماء کرام نے قرآن مجید کی آیات یوصیکم اللہ فی اولادکم الخ کو ناسخ قرار دیا ہے۔ اور وہ آیات وصیت کو منسوخ بالآیات القرآنیہ فرماتے ہیں۔ اور بعض علماء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد لا وصیۃ لوارث کو غیر مشہور قرار دیکر ناسخ مانتے ہیں۔ لیکن جب نسخ کی حقیقت بیان مدت حکم اول ہر نوکما جاسکتا ہے کہ قرآن مجید کی آیتوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور تعامل سب سے حکم وصیت کی انتہا کو بیان کر دیا گیا ہے۔ عن ابی امامۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی خطبتہ عام حجۃ الوداع ان اللہ قد اعطی کل ذی حق حقاً فلا وصیۃ لوارث (ابوداؤد ابن ماجہ ترمذی مشکوٰۃ شریف ۲۶۵۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مقدار وارث کو اُس کا حق متعین کر کے دیدیا۔ کسی وارث کے لئے وصیت نہیں۔

وارث کے لئے وصیت نہیں۔ اور جو رشتہ دار ایسے ہیں جنہیں وارث قرار نہیں دیا گیا۔ گنا ان کے لئے اب بھی وصیت باقی ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو کیا وجوہاً ہے یا استنباہاً اور نیز کس انداز تک مرنے والا ایسے رشتہ دار یا کسی غیر رشتہ دار کے لئے وصیت کر سکتا ہے۔ ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ سب سے پہلے اس مسئلہ کے متعلق اکابر مفسرین کی عبارات اور صحابہ تابعین اور حضرات مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال نقل کریں۔ تاکہ آپ اس مسئلہ کو حضرات علماء سلف کے اقوال کی روشنی میں سمجھیں۔

(۱) واكثر المفسرين والاعتبار من الفقهاء على

ان الاية منسوخة قالوا نسخت باية الموارث اوجماع او بقوله صلى الله عليه وسلم ان الله اعطى كل ذي حق حقه الا وصية الورث۔ وهذا وان كان خبر واحد الا ان الامۃ تملقته با لقبول حتى التحق بالمتواتر فيجوز نسخ القهران بل عند الجمهور۔ (تفسير نیشاپوری ص ۱۵۵) اکثر مفسرین اور معتبر فقہاء کرام کا مسلک یہ ہے کہ یہ آیت وصیت منسوخ ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ میراث کی آیت یا اجماع یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گامی سے منسوخ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اپنا حق مقرر کر کے دیدیا۔ تو اب سمجھو کہ کسی وارث کے لئے وصیت نہیں۔ اور یہ اگرچہ خبر واحد ہے۔ لیکن جب ساری امت نے اس حدیث کو یہاں تک قبول کیا ہے کہ متواتر کے ساتھ مل گیا ہے۔ تو اس سے علماء کے ہاں قرآن کی آیت کا نسخ جائز ہے۔

(۲) ومن ائمة الامۃ من قال ہی منسوخة فی حق من یرث ثابتہ فی من لا یرث وهو مذہب ابن عباس والحسن البصری ومسروق وطاؤس والضحاك ومسلم بن يسار والعلاء بن زياد حتى قال الضحاك من مات من غير ان يوصى لا قری بائہم فنقل ختم عملہ بمجسۃ وقال طاؤس ان اوصی للاجانب وترك الاجارب نزع منهم وصدا الى الاجارب قالوا الاية دللت على وجوب الوصية للقریب ترك اجلہ فی حق القریب الوارث اما باية الموارث او بقوله لا وصیۃ لوارث اوجماع الامۃ فبقیت الاية دالة على وجوب الوصية للقریب الذي لا يكون وارثاً (تفسير نیشاپوری ص ۱۵۹) امت کے ائمہ میں سے بعض فرماتے ہیں کہ یہ آیت وارثوں کے بارے میں تو منسوخ ہے۔ لیکن غیر وارث

رشتہ داروں کے بارے میں اب بھی ثابت ہے۔ اور یہ مذہب ہے ابن عباسؓ۔ حسن بصریؒ۔ مسروقؒ۔ طاؤسؒ۔ ضحاکؒ۔ مسلم بن یسار اور علاء بن زیاد رحمہم اللہ کا۔ حتیٰ کہ ضحاکؒ نے تو فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے رشتہ داروں کو وصیت کے بغیر مر جائے تو اس نے آخری عمل معصیت کا کیا۔ اور طاؤسؒ نے کہا ہے کہ اگر اجنبیوں کے لئے تو وصیت کر گیا اور رشتہ داروں کو چھوڑ دیا۔ تو لائقِ لعن و لعن کیا جائے گا۔ اور رشتہ داروں کو لوٹا دیا جائیگا۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ آیت رشتہ داروں کیلئے وصیت کرنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ پھر صرف رشتہ داروں کے لئے وصیت کے بارے میں تو اس میں بچل چوڑ دیا گیا ہے۔ یا آیت میراث سے۔ یا آنحضرتؐ کے ارشاد لا وصیۃ لوارث سے یا اجماع امت سے۔ اور آیت وارث نہ بننے والے رشتہ دار کے لئے وصیت کے وجوب پر اب بھی دلالت کرنیوالی ہے۔

وخالفہم جماعة غیرہم فقالوا ہی محکمۃ غیر منسوخۃ..... الی ان قال..... وبعما قلنا فی فیہ قال جماعة من اللہ فی مین وللتلخیرین..... عن الضحاک انہ کان یقول من مات ولم یوص لزوجہ قرائتہ فقل غنم عملہ بمعصیۃ۔ قال مسروق لرجل ان اللہ قل قسم بیکم وانہ من یرغب بربہ عن ربی اللہ فیضہ او من الذی قرائتہ من لایثباتہ ثم فی ع المال علی ما قسمہ اللہ علیہ..... وعن الصحاح قال لا تجوز الوصیۃ لوارث ولا یوصی الا الذی قرائتہ فان اوصی لغير ذی قرائتہ فقل غنم بمعصیۃ الا ان لا یکون قرائتہ فیوتی لفقراء المساکین (تفسیر ابن جریر مشہد) ان کے علاوہ کچھ اور لوگ اس مسئلہ میں ان کے مخالف ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ آیت

منسوخ نہیں بلکہ محکم یعنی غیر منسوخ ہے..... کہتے کہتے کہتا ہے..... کہ جو ہم نے کہا ہے متقدمین و متاخرین میں سے ایک جماعت کا یہ قول ہے۔ چنانچہ..... ضحاکؒ روایت ہے کہ وہ کہا کرتا تھا جو مر جائے اور رشتہ دار کے لئے وصیت نہ کرے تو اس کا انجام گناہ کے کام پر ہوتا۔ مسروقؒ نے ایک شخص سے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اموال کی تقسیم کر دی ہے۔ اور جو اپنی رائے کو پسند کر کے اللہ تعالیٰ کی رائے کو ناپسند کرتا ہے وہ مگر اہم ہو جاتا ہے۔ اپنے رشتہ داروں میں سے ان کے لئے وصیت کرو جو تریب وارث نہ بننے والے۔ اور پھر مال کو چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ نے جیسی تقسیم کی ہے اس طرح تقسیم ہو جائے۔ اور ضحاکؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ وارث کے لئے تو وصیت جائز نہیں۔ اور غیر رشتہ دار کے لئے بھی وصیت نہ کی جائے۔ اگر کسی نے غیر رشتہ دار کے لئے وصیت کی تو اس نے یہ گناہ کا کام کیا۔ ہاں اگر کوئی رشتہ دار نہ ہو تو پھر فقراء مسکین کے لئے وصیت کر جائے۔ (ابن جریر مشہد)

وعن طاؤس قال من اوصی لغيره وسماهم وترك ذوی قرائتہ محتاجین انزععت منهم وردت الی ذوی قرائتہ۔ وعن ابن عباسؓ قولہ ان ترک خیران الوصیۃ للوالدین والاقرہین قال نسخ من یروث ولم یسسخ الا قریبین الذین لا یروثون۔ وعن الحسن فی قولہ تعالیٰ ان ترک خیران الوصیۃ الخ قال نسخ الوالدین واشتت الاقرہین الذین یحی مون فلا یروثون۔ (ابن جریر ج ۲ ص ۶۹)۔ اور طاؤسؒ سے روایت ہے کہ جس شخص نے نام لیکر اجنبی لوگوں کے لئے وصیت کی۔ اور رشتہ داروں کو محتاج چھوڑ دیا۔ تو ان سے وہ مال لے لیا جائے۔ اور رشتہ داروں کو واپس کر دیا جائے۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آیت ان ترک خیران الوصیۃ للوالدین والاقرہین میں سر

آیت ایک متقل حکم ہے۔ اور اہل فرائض اور وصیات کیلئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک وجوب و لازم ہے۔ جس کے ذریعہ سے اس حکم و وصیت کو بالکل اٹھا دیا گیا ہے۔ باقی رہے وہ رشتہ دار جو کہ میراث نہیں پاتے۔ تو ان کے لئے مستحب ہے۔ کہ وصیت ثلث مال میں سے کر دی جائے۔ تاکہ کچھ آیت وصیت کا بھی لحاظ رہے۔ اور اس کے شمول کو بھی مد نظر رکھا جائے۔ اور اس لئے بھی کہ بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمر رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

روایات مندرجہ بالا کو پیش نظر رکھنے سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ جو رشتہ دار شرعاً وارث نہ ہوتے ہوں ان کے لئے وصیت کر دینے کا حکم اب بھی موجود ہے بعض حضرات کے مان استحباً۔ اور ان اقوال اکابر کی بنا پر دجواباً۔ دجیسا کہ فضائک امسروق، طاؤس کے اقوال سے صاف ظاہر ہو رہا ہے، علامہ ابن کثیر رحمہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی کی روایت مرفوعہ ماحق اہم و مسلم اہم شئی یرید ان یوصی فیہ بدیت لیلین الا و وصیتہ مکنوب عندہ لا درواہ مسلم و بخاری کو استحباب کے لئے دلیل قرار دیا ہے۔ اور عام طور سے شارحین حدیث بھی اس کو استحباب پر محمول فرماتے ہیں۔ وفیہ حدیث علی الوصیۃ والجمع و ص انہما مندوبۃ والظاہریۃ انہما واجبۃ قالہ الکرمانی وکلن اقال الامام النووی۔

لیکن ان کے اناذکلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وصیت یا کتابت وصیت کے استحباب کا حکم عام طور سے دوسرے امور غیر کے بابے میں ہے۔ غیر رشتہ داروں کیلئے وصیت اور خصوصاً جب کہ وہ محتاج اور قابل امداد و اعانت بھی ہوں درجہ استحباب میں نہ رہنا چاہئے۔ بلکہ قرآن مجید کی آیت کتب

علیکم الخ میں کتب کے مادہ و صیغہ کا لحاظ رکھ کر وجوب کا حکم اتنا مناسب ہے۔ اور اجلہ تابعین کے گذشتہ اقوال سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ فضائک ایسے شخص کو گنہگار قرار دے رہا ہے۔ اور یہ کہ اس کا آخری عمل عمل محصیت ہوا۔ اور وصیت نہ کرنے کو محصیت کہنے کے معنی میں ہیں۔ کہ وصیت بلا قرباء واجب ہے۔ اور طاؤس کا قول ہے کہ اگر غیر وارث رشتہ داروں کو چھوڑ کر اجنبیوں کے لئے وصیت کر چکا ہو۔ تو ان اجنبیوں کے لئے وصیت نہ پوری کی جائیگی۔ بلکہ ان سے لے کر رشتہ داروں کو وہ مال دیا جائے۔ گویا یہ فمن خاف من موص جنفاً واثماً فاصلح بنیہم فلا اثم علیہ کو پیش نظر رکھ کر جنف یعنی ظلم کی اصلاح کر دی گئی ہے۔ اور ایسی وصیت کو جنف کہنے کے معنی میں ہیں۔ کہ اس مرنے والے کے لئے واجب تھا کہ وہ رشتہ داروں کے بارے میں وصیت کر جاتا۔

حضرات فقہاء و حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے اکثر کا قول یہ ہے کہ وہ مطلقاً وصیت کو صرف مستحب قرار دیتے ہیں۔ غیر وارث رشتہ دار کے لئے بھی وصیت کے وجوب کے قائل نہیں۔ چنانچہ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں۔

الوصیۃ غیر واجبۃ وھی مستحبۃ ہدایہ انیرین ص ۶۳۸۔ اور اس پر صاحب کفایہ لکھتے ہیں۔ انما فکما قولہ وھی مستحبۃ بعد قولہ غیر واجبۃ لنفی قول بعض الناس الوصیۃ للوالدین والا قریبین اذا کانوا من لا یرثون فرض وعند بعضهم الوصیۃ واجبۃ علی کل احد من ذلہ ثرۃ و بسیار واستدلوا بظاہر قولہ تعالیٰ کتب علیکم الخ۔ والمکتوب علینا یکون فرضاً وقال علیہ السلام لا یجمل لرجل یؤمن باللہ و البوم الاخر اذا کان لہ مال یرید الوصیۃ فیہ ان

شان رسالت

(مولانا محمد امین صاحب کوٹوی مدبر معاون رسالہ مبسٹاٹ)

بنے ہیں رحمت سلطان جہاں کیلئے
وہ شاہ جہاں عرش جیتے جی جہنم میں۔
وہ شاہ جہاں عرش عافیت میں مدام
وہ چاند جس سے مجھے ظلمت جہاں محذوم
ہلال کہ کاہہ دو ہفتہ شرب کا !
گھر اس کا مورد قرآن ضبط مہربیل
سپر گم طواف اسی بارگاہ کے گرد
وہ لحظہ لحظہ تقدیر دم بیم الطاف
کہیں ہلاک میں غیر قوم سرکش کے
صفائی قلب سوداں کینہ خواہ کیسا کہ
مدینہ مرجع و ماواؤ اہل کہ ہوا !!
اسی شرف کے طلب گار نہی حکیم مسیح
پس اب نہ خول کھلکا نہ دواہن کا خطر
شیعہ خلق سرا سر خدا کی رحمت ہے
خدا کی ذات کریم اور نبی کا خلق عظیم
ارادہ عرش تک ان میں پہنچنے کا !
گرم کا دامن دیکھتے کہاں تک ہو فرار
زمین پر پھر ہے شاہی شاہ عرش زین
اگر نصیب ہو شرب میں جگہ شربت مرگ

سخن زبان کیلئے اور زبان ہاں
عداوت اس کی عذاب الیم جہاں
محبت کی عصا عصیان الیم جہاں
رہا نہ تفرقہ روز و شب زبان
فروغ قوم کے اوشع دو زبان
در اس کا کینہ مقصود انہی جہاں
زمین پر سجدہ کی آستان کیلئے
رفعت خاطر پادشاہان جہاں کیلئے
کہیں نماز میں تھیل ناز کیلئے
دعا و تیر پادشاہی جہاں کیلئے
ملکیت تیرہ حاصل تمام کاں کیلئے
نویدامت پیغمبر زماں کے لئے
ہوا وہ قافلہ سالار کا رواں کیلئے
بشارت امت عاصی نواں کیلئے
گدہ کریم کریم نصرت اللہ جہاں کیلئے
کیا خدا اللہ نعم سے کہاں کہاں کیلئے
ہو میزبان خدا جبکہ مہمان کیلئے
ری شاہ کوئی تو قیامت جہاں کیلئے
پیوئی آب بقا عمر جاوداں کیلئے

سمایا انس کا جو نقش قدم تصور میں

ہجوم شوق میں بوسے کہ کہاں کیلئے

اس کامل انسان کی مرج دستاں جس کی فات سے رستا

نے عروج نام حاصل کیا۔ اور وہ جس کا نام مردہ دلوں کو زندگی بخشا
کہنے کا کافی ہے۔ اور وہ جس کی سیرت کا ذکر تمام سیاہ کاریوں
کے لئے نسخہ شفا ہے۔ اور جس کی رفعت و بلندی کا ذکر کرنا زبان
جبریل کے حیطہ امکان سے بھی بعید ہے۔ بھلا جس کی مدح میں خود
خالق ہر دو سرا نے و سر فعلاک ذکرا کہا ہو۔ بھلا ایک
خالق عصیان سے بھر پور انسان کا دہان و زبان وہاں کیا احاطہ
کام مار سکتا ہے۔ اسکی سیرت و صورت کا ذکر چھوٹا منہ بڑی
بات۔ ۵

مَا رَأَيْتُ مَدْحًا مُجْمَعًا بِمَقَالَتِي !

لَكِنْ مَدْحًا مَقَالَتِي لِمُحَمَّدٍ

رسول پیدا ہوتے ہی رسول ہوتا ہے۔ اور مجھ نما زندگی
کے دور میں رہ کر اپنی حیات کے دن تمام کرتا ہے۔ رسالت کوئی
ایسا منصب نہیں جس سے کسی راہ چلتے انسان کو سر فراز کر دیا جا
یا کسی امیر یا وزیر کو پیکر نبوت کا تاج اس کے سر پر رکھ دیا جائے۔
بلکہ نبوت کی قدرت خود خاص حفاظت کرتی ہے۔ نبوت ایک خاص
پنیر ہے۔ نبی کو نبوت نہیں ملتی۔ بلکہ قدرت خود اس کو نبوت
کے لئے تیار کرتی ہے۔ تب یہ لباس اس کے قالب پر ڈھالا جاتا
ہے۔ جب امتحان کی کڑیوں میں اس کو پاس کیا جاتا ہے۔ صبا
نبوت کے ہر حرکات سکنا پر کٹر دل کیا جاتا ہے۔

جب حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوتے ہیں تو اس سے
پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدائش اور نبوت کی خوشخبری
دی جاتی ہے۔ و بشعونا لا بائع الحق نبیا من الصالحین و بارکنا

علیہ و علیٰ اسحق۔ (الصفت)

حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق چین ہی میں یعقوب علیہ السلام کو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کو برگزیدہ کرنے والا ہے۔ جب یوسف علیہ السلام اپنے خواب کی حقیقت بیاں الفاظہ انی قال یوسف لایسہ یا ابت انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر یرایتہم لی ساجدین۔ انظار کرتے ہیں تو یعقوب علیہ السلام اس کے انظار سے منع فرماتے ہیں۔ قال یوسف لا تقصص رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا۔ ان الشیطن للانسان عدو مبین۔

اور فرماتے ہیں اس خواب کا انظار نہ کرنا۔ شاید تیرے بھائی رشک رقابت میں تیری عداوت پر کمر بستہ ہوں۔

جب ذکر کیا علیہ السلام اپنے ولی کے لئے دعا کرتے ہیں قال رب انی وھن العظم منی واشتعل الھاس شیباً و لم اکن بدعا لک رب شقیفا۔ وانی خفت للموالی من ورائی وکانت امراتی عاقلاً فھب لی من لدنک ولیا یورث من ال یعقوب واجعلہ رب رقیفا۔ تو ذکر کیا علیہ السلام کو خوشخبری بیاں الفاظہ منی ہے۔ یازکر یا انا نبشرك بغلام اسمہ یحیی۔ لم نجعل لک من قبل سمیا۔ ان اللہ یشیرک یمحیی مصلحاً قاً بکلمۃ من اللہ وسبیل وحصولاً ونبیا من الصالحین۔

پھر اس وادی مقدس پر پہنچا می کرتے والے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خاص فرعونیت کے تباہ کرنے کے لئے مبعوث کیا جاتا ہے۔ اور بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دلانے کے لئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس عالم ظہور میں منصفہ شہود پر جلوہ افروزی کرتے ہیں۔ تو فرعون کا رندے بنی اسرائیل کے گھر پر بھی پیدا ہونے والے

کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ اہل علم سے مخفی نہیں۔ لیکن قدرت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خاص قدرتی حفاظت میں لیکر خود فرعون کے گھر قیمت کا دانہ پانی مقرر فرماتی ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کا تابوت صحیح سالم فرعون کے گھر پہنچتا ہے۔ تو اس بچے کی صورت والقیبت علیک محبۃ منی۔ من موہنی دیکھ کر آسیہ کا دل محبت بھرے لمحہ میں یوں گویا ہوتا ہے۔ او فتخذک ولدا۔ بیاں قدرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی پریشانی حالت دیکھ کر کہاں گیا تابوت اور صاحب تابوت دیکھ کر قدرت یوں فرماتی ہے۔ و اوحینا الی ام موسیٰ ان ارضحیک۔ فاذا خفت علیک فالقیہ فی الیم۔ ولا تخافی ولا تخزنی انا دار ولا الیک وجاعلوا من المرسلین۔ بیاں موسیٰ علیہ السلام کی ماں اس فتن میں محزون تھی۔ کہ اس بچہ کو دیکھ کر فرعون اور اس کے حمایتی ضرور زندہ نہ چھوڑیں گے۔ لیکن قدرت بیاں اس کو خود دشمن کے گھریاں کرنا ارادہ الیک وجاعلوا من المرسلین کا نظام کر رہی ہے۔ بیاں ان کی موت و حیات کا سوال ہے۔ اور قدرت ان کو ہر کلامی کا شرف و کلمہ اللہ موسیٰ تکلیما۔ کا تمہ عطا فرما رہی ہے۔ و اذکر فی الکتاب موسیٰ انہ کان مخلصاً وکان رسولاً نبیاً۔ وناذرنہ من جانب الطور الایمن وقرینہ نجیاً۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اس عالم وجود میں جلوہ افروز ہوئے ہیں تو قدرت کن کن عجائبات سے ان کی پرورش کرتی ہے۔ و اذکر فی الکتاب مریم۔ اذا تلذت من اھلہا مکانا ثمر فیاً۔ فاخذت من دونہم حجاباً فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشراً سوياً۔ قالت انی اعوز بالھن منک ان کنت نقیاً۔ جبریل علیہ السلام نے کہا قال انما انا رسول ربک لاهب لک غلاماً زکیا۔ مریم علیہا السلام نے کہا۔ قالت انی یکون لی غلام ولم یسنسنی بشر ولم اک

ذٰلِكَ عِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ - قول الحق الذی فیہ یمتوون۔
خو کر و عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت کن کن
عجائبات کا ظور پڑا۔ (۱) عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ پیدا کرنا۔
(۲) جنگل میں چشمہ کا ظور۔ (۳) کھجور کے سوکھے تنوں سے
تازہ کھجور کا برآمد کرنا۔ (۴) عیسیٰ علیہ السلام کا عالم مغرب میں
گو یا ہونا۔

جب والی کو نین سرور عالم ظور پذیر ہوتے ہیں تو آمنہ فرماتی ہیں مگ
یکایک روشن ہو گیا نو شیروان کے محل کے کنگڑے گرجتے ہیں غریب کی آنکھ صاف
روشن شدہ سمجھ جاتی ہے۔ اس لمحے ہویدا ہوئیے قیصر کمرے کے محل نظر آتے ہوتے ہیں حضور
کے دادا کو عین فوٹو کچھ بیوقت عمارت کچھ کا اعنائی حالت میں دیکھنا جب
حلم و وفا کا منبع حلیمہ کے گھر تشریف لے جاتا ہے۔ تو وہ گھر امن پرکتا
مورد رحمت بن جلتا ہے۔ کیوں نہ بنے۔ جب کوئین کا والی اس طرحی نہ میں
قدم رنجہ فرماتے۔ حلیمہ کا گھر برکت سے الماں ہو جاتا ہے۔ حضور
کی آمد سے حلیمہ کی تنگ دستی چند منٹوں میں فراخ دل سے
مبدل نظر آتی ہے۔

تو معلوم ہوا۔ قدرت نبوت کی خاص نگاہی کتنی ہے۔ اور انہی نظر میں
چیزیں نیت کرتی ہیں جس شان نبوت و رسالت کا گوہر حکمت نظر آتا ہے۔

نبیاً۔ جبریل علیہ السلام نے کہا۔ قال کذا الک۔ قال ربک
هو علیٰ ہین ولتجعل آیت للناس ورحمة منا وکان امر
مقصیاً۔ فحملته فانتبذت بہ مکانا قصیاً۔ فاجاءہا
الغاض الی جذع النخلۃ۔ قالت یا لیتنی مت قبل ہذا
وکنت نسیاً منسیاً۔ قدرت نے پانی سے لئے چشمہ دینا فرمادیا۔
فنادیہما من تحتہما ان لا تحزنی قد جعل ربک تحتک
سریاً۔ خوراک کے لئے قدرت نے خشک تنوں سے کھجور دینا
فرمادی۔ وھزی الیک بجدع النخلۃ تسقط علیک رطباً
جنباً۔ فکلی واشربی وقرہی عیناً۔ جب مریم علیہا السلام
روح اللہ کو اٹھا کر قوم کے پاس لے آئی تو قوم نے کہا قالوا
یا مریم لقد جئت شیئاً فریاً۔ یا اخت اھرون ما نکا
ابوک اھرء سوء و ما کانت امک بغیا۔ فامشارت
الیہ۔ قالوا کیف نکلّم من کان فی المہمہ صبیاً۔ عیسیٰ
علیہ السلام قدرت کی زبان سے یوں گویا ہوئے۔ انی عبد
اللہ انتہی الکتب وجعلنی نبیاً وجعلنی مناسکاً این
ما کنت و اوسطنی بالصلوۃ والزکوۃ ما دمت حیا۔۔۔۔۔
والسلام علی یوم ولدت و یوم اموت و یوم ابش حیا۔

تبلیغی کتابیں !

جام حیا

حیات الموت کے جملہ مسائل قرآن کریم اور حدیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں ایک جامع۔ اور دل آزار
طرز تحریر سے میرا تحریر کرائی گئی ہے۔ جو کہ ہر دو فریق کے لئے مشعل ہدایت ثابت ہو سکتی ہے۔ مولانا ظہور احمد صاحب مرحوم نے یہ کتاب جلالا
محمد صین صاحب شوق سابق صدر المدرسین والعلوم عزیز یہ سے اپنی زیر نگینی تحریر کرائی تھی جو کہ اب کاغذ کی گرانی کے باوجود طبع کرائی گئی ہے۔ کتاب دیکھنے
سے تعلق رکھتی ہے۔ قیمت صرف ۹۰ محصول ڈاک ار

تازیانہ نقشبندیہ

مولفہ مولانا حکیم صاحبہ جلالہ صاحبہ مرحوم بکھڑی اس کتاب میں مرزا قادیانی کے اُن اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔
جو اُس نے صوفیاء کرام پر کئے تھے۔ قیمت صرف ۳۰ محصول ڈاک ار

ملنے کا پتہ: مینیجر جبریل لا شمس الاسلام۔ بھیرہ (مغربی پاکستان)

محبور دشمنوں کے رسول اللہ کی شفقت

(محترم پروفیسر محمد علم الدین صاحب سائلک ایم۔ اے)

کوشش کی۔ کہ پانی کا ایک قطرہ یا غلہ کا ایک دانہ تک ان محصورین تک نہ پہنچے۔ اپنے ظلم و ستم سے مسلمانوں کو مجبور کیا۔ کہ وہ وطن کو خیر باد کہیں۔ اور سر چھپانے کے لئے کوئی ٹھکانا تلاش کریں۔ یہی سلوک رسول پاک کی ذات کے ساتھ بھی کیا۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس سلوک کے جواب میں جو اسوہ حسنہ پیش کیا وہ ایسا ہے کہ نہ تو اس کی مثال انبیاء علیہم السلام کی زندگی میں ملتی ہے۔ نہ آج تک دنیا پیش کر سکی ہے۔

قریش آپ کے مخالف تھے۔ وہ آپ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے۔ تکلیفیں دیتے۔ آپ پر آوازے کتے۔ راستے میں کانٹے بچھاتے، جب آپ قریش پاک کی تلاوت فرماتے تو ایسا شہر ہر پا کرتے کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی۔ یہی قریش ایک سال قحط کا شکار رہتے ہیں۔ فصلیں برباد، غلہ مفقود ہو جاتا ہے۔ فاقہ کشی کی ذہبت آتی ہے۔ ان کا ایک وفد خدمت اقدس میں حاضر ہوتا ہے۔ اور صلہ رحمی کی بنا پر آپ سے حسن سلوک کی التجا کرتا ہے۔ کہ اے محمد! آپ کی قوم قحط سالی کی وجہ سے ہلاک ہو رہی ہے۔ آپ بڑے رحیم ہیں۔ اپنے رب سے دعا کیجئے۔ کہ وہ ہماری یہ مصیبت دور کرے۔ اور ہم ہلاکت سے بچ جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مصیبت کی داستان سننے ہیں۔ ان کی حالت پر ترس کھاتے ہیں۔ اور بے اختیار دعا کیلئے ہاتھ اٹھا دیتے ہیں۔ یہ دعا کس کے لئے ہو رہی ہے؟ ان لوگوں کے لئے جو کل تک آپ کے خون کے پیاسے تھے۔ اور جنہوں نے متواتر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک جامع کمالات زندگی ہے۔ اور انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کے متعلق آپ نے اپنا اسوہ حسنہ نہ چھوڑا ہو۔ گو یہ وہ دنیا کے لئے ایک مکمل نمونہ تھے جس پر عمل کرنا سمیت صلاح و فلاح حاصل کر سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو انسانیت کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا۔ تو ہر طرف سے مخالفت کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ اس لئے کہ دنیوی وجاہت کے لحاظ سے آپ کی حالت کچھ ایسی تسلی بخش نہ تھی۔ کہ آپ اسلام کے دشمنوں کو مرعوب کر سکتے۔ لیکن ایک مدت قلیل میں تمام بڑیہ معاویہ آپ کا مطیع ہو گیا۔ آپ اس کے حکمران تھے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اپنا سارا زور آپ کی مخالفت پر صرف کیا تھا۔ آپ کے قدموں میں جان تڑا نہ حیثیت سے موجود تھے۔ آپ کی یہ شان و شوکت اور جاہ و جلال ایسا ہے کہ اس کی مثال بھی انسانیت کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس غلبہ و اقتدار کے موقع پر آپ نے دشمنوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا اس کی نظیر بھی تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ایک طرف وہ لوگ جنہوں نے آپ کو ایذا پہنچانے اور تکلیفیں دینے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا تھا۔ سامان مال تک آپ کو ستانے کے لئے نئے نئے طریقے اختیار کئے۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رکھا۔ جب تک ان میں طاقت باقی رہی۔ اور وہ کسی نہ کسی طریقے سے آپ کا مقابلہ کرنے کے قابل ہے۔ انہوں نے آپ کے ساتھیوں کا بے دریغ خون بہایا۔ مکر و مایہ بے پناہ عورتوں کے ساتھ شرمناک سلوک روا رکھا۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سال تک شعب ابی طالب میں بند رکھا۔ اور ہر ممکن

تین سال تک آپ اور آپ کے قبیلہ پر آب و دانہ بند کر رکھا تھا۔
 حدیبیہ کا قیام و وقیع میدان ہے۔ قریش کی ضد پرستی کی وجہ
 سے مسلمان غیجے ٹلے پڑے ہیں۔ شرائط کے متعلق تصفیہ ہو رہا
 ہے۔ نماز کا وقت آتا ہے، صفیں تیار ہوتی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم اور صحابہ مصروف نماز ہوتے ہیں، دشمن موقع کی تلاش
 میں ہیں۔ قبیلہ تغیب کے بدو ایک بہت بڑا جتھے لے کر حملہ کی نیت
 کرتے ہیں۔ تاکہ وہ مسلمانوں کو تہ تیغ کر دیں۔ یہ جتھے گرفتار ہو جاتا
 ہے۔ ان کا جرم سب پر ظاہر ہوتا ہے۔ آج مذہب سے مذہب
 ٹوٹ بھی ان کے ساتھ بڑی سے بڑی رعایت کرتی تو ان کے جسم سر
 دنیا کو پاک کر دیتی۔ مگر رسول پاک کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔
 جرم کا اعتراف کرتے اور طالب عفو ہوتے ہیں۔ آپ کا دریائے
 رحمت جوش میں آتا ہے۔ انہیں آزاد کر دیا جاتا ہے۔ کیا انسانیت
 کی تاریخ میں کوئی ایسا ورق موجود ہے۔ جس پر اس قسم کا کوئی
 واقعہ مرقوم ہو۔

عمر بن وہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بدترین دشمن
 تھا۔ وہ تلوار کو اس نیت سے زہر میں بھیجا تھا کہ آپ کو اس سے قتل
 کرے۔ اس فاسد نیت کے ساتھ وہ مدینہ کا رخ کرتا ہے۔ وہاں
 پہونچ کر یہ کوشش کرتا ہے۔ کہ کسی نہ کسی طرح اپنے اس اطمینان کو
 عمل کی صورت دے۔ مگر اس کا راز فاش ہو جاتا ہے اسے سزا
 میں لے لیا جاتا ہے۔ ہر مسلمان اور جوش سے بے قابو ہے اور چاہتا
 ہے کہ اسے سخت سے سخت سزا دی جائے۔ حضرت عمرؓ کا تو
 یہ فتنا تھا کہ اس کے ٹکڑے کر دئے جائیں۔ لیکن آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس دشمن جان کو دامن شفقت میں پناہ دیکر
 معاف کر دیا۔ اس غیر معمولی شفقت کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اسی وقت
 مسلمان ہو گیا۔

انسان کے صحیح کیرکٹر کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب ایک
 غالب اور فاتح کی حیثیت سے نمودار ہو۔ اور اس کے سنانے والے

مقبور اور مغلوب غلاموں اور اسیروں کی حیثیت سے اس کے سامنے
 لائیں۔ اگر وہ ایسے موقع پر ذاتی انتقام کے جذبات سے بالاتر ہو کر
 عفو سے کام لے۔ تو اس کی عظمت کا معترف ہر انسان ہوگا۔ دنیا
 نے یہ منظر فتح کہ کے روز دیکھا۔ آپ ایک فاتح کی حیثیت سے اس
 شہر میں داخل ہوتے ہیں۔ جہاں کے رہنے والوں نے آپ پر
 اپنے ظلم ڈھائے اور آپ پر اتنا عرصہ حیات تنگ کیا کہ آپ کو مدینہ
 منورہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔ اور وہاں بھی آپ کو اسن اور چین
 کی زندگی بسر کرنے نہ دی۔ انہوں نے یہودیوں کے ساتھ مل کر آپ
 کو ایذا میں دیں۔ اور مختلف قبائل کی مدد سے آپ پر حملے کئے۔ یہودی
 مرتبہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو تلوار کی دھار سے گزرا پڑا۔ اس
 وقت یہ دشمن بیکس قیدیوں کی طرح آپ کے سامنے موجود تھے۔
 اگر آپ ان سے انتقام لینا چاہتے۔ اور ان کی گردن مارنے کا حکم دیتے
 تو دنیا کا کوئی قانون اور کوئی رسم و رواج آپ کے اس فعل کو ناجائز
 قرار نہ دیتا۔ بلکہ اس پر تحسین و آفرین کے پھول برساتا۔ مگر جب یہ
 گھنٹی، بدعہد اور ظالم آپ کی خدمت میں پیش ہوئے تو ان پر
 بیم ورجا کی حالت طاری تھی۔ وہ دل ہی دل میں سزا و جزا کے خیال
 سے کانپ رہے تھے۔ کہ یکا یک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ
 آوازاں کے کانوں کے پردوں سے ٹکرائی۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔
 آج تم سب کے لئے معافی ہے۔ عفو اور درگزر کی کتنی عظیم الشان
 مثال ہے۔ انسانیت اپر جتنا فخر کرے کم ہے۔

ابوسفیان کی بیوی، عتبہ کی بیٹی ہندہ بگڑ خوار۔ جس نے آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار چچا اسید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ
 چک کیا۔ دل اور جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کئے۔ نقاب پہن کر خدمت
 اقدس میں حاضر ہوتی ہے۔ تاکہ مسلمان ہو کر سندان حاصل کرے۔
 وہ اپنی فطرت سے مجبور تھی۔ اس لئے اس موقع پر بھی بڑی بے باکانہ
 گفتگو کرتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہچان لیتے ہیں۔
 لیکن اس بگڑ خوار واقعہ کا ذکر تک نہیں فرماتے۔ وہ آپ کے حسن سلوک

سے اس قدر متاثر ہوتی ہے۔ کہ بے اختیار پکار اٹھتی ہے کہ یا رسول اللہ! کل تک آپ کے غیمہ سے زیادہ مبغوض میری نگاہوں میں نہ تھا۔ آج آپ کے غیمہ سے بڑھ کر کوئی شے مجھے محبوب نہیں۔

ابوسفیان اسلام لانے سے پیشتر سرکارِ دہالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ دشمن تھا۔ وہ اکثر جنگوں میں شریک رہا۔ وہ اکثر مسلمانوں کو مٹانے کی تدبیریں سوچتا۔ اور قریش کی رہنمائی کرتا۔ لیکن جب وہ گرفتار ہو کر آپ کی خدمت میں لایا گیا۔ تو آپ نے بڑے نیک سے اس غمیر مقدم کیا۔ اور نہ صرف اسے ہی امان دی بلکہ اس کے گھر کو امن و امان کا گھر قرار دیا۔ اور کہیں داخلے سے پہلے اعلان فرمایا۔ کہ ہوا ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے۔ اسے بھی پناہ ہوگی۔

ہجرت کے سفر میں سراقہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرنے کی کوشش کی۔ مگر آپ نے اسے بھی معاف کر دیا۔ وحشی پکڑا ہوا آیا۔ اسے بھی بخش دیا۔

مبارک بن اسود قریش میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی رضی کی کر میں نیزہ مارا تھا۔ جس سے ان کا صلہ ساقط ہو گیا۔ اور وہ خود اسی صدمے سے شہید ہو گئی۔ وہ بھی دربارِ رحمت میں حاضر ہوتا ہے۔ آپ اسے بھی معاف کر دیتے ہیں۔ ام حکیم نے اپنے شوہر عکرمہ بن ابی جہل کے لئے امان طلب کی۔ آپ نے اسے امان نامہ مرحمت فرمایا۔ وہ جب عکرمہ کو لے کر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئی۔ تو عکرمہ نے آپ کو سلام کیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے۔ اور اس تیزی سے اس کی طرف بڑھے کہ چادر مبارک گر پڑی۔ آپ نے فرمایا مرحبا یا مراکب المہاجر۔ (ہجرت کرنے والے سوار کو مبارک ہو)۔

کعب بن زہیر عرب کا مشہور لڑاں اور شاعر تھا۔ وہ اکثر آپ کی ہجو کرتا تھا۔ اس لئے مسلمان اس کے خون کے پیالے تھے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کے

ہاتھ میں ہاتھ دیکر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعب بن زہیر مسلمان ہو کر امان طلب کرتا ہے۔ اجازت ہو تو خدمت اقدس میں آؤں۔ آپ نے اجازت دی۔ پھر کعب عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کعب میں ہی ہوں۔ اور اپنا مشہور قصیدہ پڑھا۔ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک عطا کی۔ اس چادر کو بعد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار درہم میں خرید کر شاہی خزانہ میں داخل کیا۔

قریش مکہ نے جس سنگ دلی سے آپ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ستایا اس کی دلدوز داستان سب کو معلوم ہے۔ جب پیامہ کے رئیس حضرت شمامہ مسلمان ہوئے اور قریش نے انہیں مسلمان ہونے کی بنا پر تنگ کیا۔ تو انہوں نے غصہ میں آکر اعلان کیا۔ کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر غلہ کا ایک دانہ بھی ہمیں نہیں ملے گا۔ مکہ میں غلہ کا سخت قحط ہو گیا۔ آخر قریش نے آپ کی بارگاہِ رحمت کا رخ کیا۔ اور آپ کے دامنِ شفقت میں پناہ لیتے ہوئے سارا اجرا بیان کیا۔ آپ نے مکہ والوں کی دکھ بھری کہانی سنی۔ اور حضرت شمامہ کو حکم دیا۔ کہ وہ پابندی پھرائے۔ اس نے تعمیل ارشاد کی۔

آپ کی رحمت عامہ کے روبرو کافر و مسلمان میں تمیز نہ تھی۔ اور نہ ہی آپ گہر و ترسا اور یہود و کافریں امتیاز روا رکھتے۔ ساری مخلوق یکساں طور پر آپ کی شفقت سے بہرہ اندوز ہوتی۔ ایک دفعہ کچھ یہودی خدمت اقدس میں بار بار یہاں ہوئے۔ انہوں نے شرارت کی بنا پر السلام علیکم کی بجائے السلام علیکم (تم پر موت ہو) کہا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات ناگوار گذری۔ انہوں نے چند سخت جملے فرمائے۔ آپ نے روکا اور کہا۔ عائشہ بد زبان نہ ہو۔ نرمی اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ نرمی کو پسند فرماتا ہے۔

قبیلہ قریش کا ایک نامور عالم ابوجہلی حب اللہ اسلام لایا۔ چونکہ وہ خوشنویس بھی تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

کاتب وحی مقرر کیا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ مرید ہو کر مدعی نبوت بن گیا۔ آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ وہ بھاگ کر مکہ مکرمہ آیا اور قریش کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اٹھانے لگا۔ جب مکہ فتح ہو گیا اور اس کے لئے مفر کا کوئی راستہ نہ رہا۔ تو وہ اپنے دو مددگار بھائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنی حرکات پر شہبازی کا اظہار کیا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مجبور کیا۔ کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عبد اللہ کی خطا بخشش کی سفارش کریں۔ مسلمان اس کے خون کے پیاسے تھے۔ اور بعض فتنی تلواریں لئے گلی کوچوں میں پھر رہے تھے۔ مگر اگر کہیں عبد اللہ انہیں مل جاتے تو وہ اسے قتل کر کے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کریں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ایک باغی کو امان دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے امان دی۔ عبد اللہ اپنے کردار پر اس قدر نادم تھا۔ کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ جب آپ کو اس بات کا علم ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اسلام گزشتہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جان کے دشمنوں اپنے مذہب کے دشمنوں اور اپنے دوستوں سے انتقام تو درکنار انہیں تکلیف دینا گوارا نہ کیا۔ جب بھی وقت آیا۔ انہیں ہر قسم کی تکلیف سے بچانے اور شفقت و رحمت کی بارش برسانے کی کوشش کی۔ صبر و تحمل، عفو و رافت، رحم و کرم، جود و سخا کی مثالیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کے لئے چھوڑی ہیں۔ اس کی نظیر چشم فلک نے آج تک نہیں دیکھی۔

(”حقیقت اسلام“)

بقیہ ص ۲۲۔ ببیت لیلین الا و وصیۃ مکتوبہ عند راسہ ولنا انہما شمس و عتہ لنا الاعلیٰ و ماشیخ لنا یكون منہ و با الخ

بہر حال اتنا تو ضرور ثابت ہوتا ہے۔ کہ غیر وارث رشتہ دار کے لئے وصیت کر دینے کا حکم شریعت میں کچھ اہمیت ضرور رکھتا ہے۔ اور واجب نہ سہی مستحب و مندوب ضرور ہے۔ یتیم پوتا جس کا چچا زندہ ہے۔ اور دادا کی وفات کے بعد اس کا چچا تو میراث میں سے حصہ لے لیتا ہے۔ لیکن وہ وارث نہیں۔ تو اس کی کفالت کا کیا انتظام ہو۔ یہی مسئلہ درپیش ہے۔ اور اسی کی صورت سمجھانے کے لئے ہم نے اتنی تفصیل و تشریح سے کام لیا۔ اب ایک مرحلہ تو یہ ہے کہ ثابت کیا جائے کہ ایسے یتیم پوتے کو میراث نہیں ملتا۔ اور وہ وارث رشتہ داروں میں نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ پھر اس کو دادا کس طرح مال دے سکتا ہے۔ کہ وہ بھی محروم نہ رہے۔ یا دادا نے اگر نہیں دیا تو کیا اور بھی کوئی صورت اس کو دینے کی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اور یہ بھی سمجھا دیا جائے کہ اس کو وارث قرار دینے میں زیادہ فائدہ پہنچانے کی صورت بن سکتی تھی یا اسے غیر وارث قرار دے کر اور طریقوں سے اس کی زیادہ امداد و اعانت ہو سکتی ہے۔

اگر ان تمام مسائل اور شریعت کے قانون پر پورے طور سے غور کر دیا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ پھر کسی اعتراض اور تنگ و شبہ کا امکان ہی نہ رہے گا۔ وہو الموفق والمعین + (باقی آئندہ)

سرخ نشان

وائر میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا

رسالہ بذریعہ دی۔ پی ارسال ہوگا۔ جس کے زائد اخراجات پہنچنے کیلئے بہتر طور پر ہے۔ کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں خبریاری منظور ہو تو اطلاع دیں۔ خدا را دی۔ پی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو ناحق نقصان نہ پہنچائیں۔ غلط کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں + (غلام حسین مینچیا)

ہیں نبی چاند تو اصحاب ہیں تارے سارے

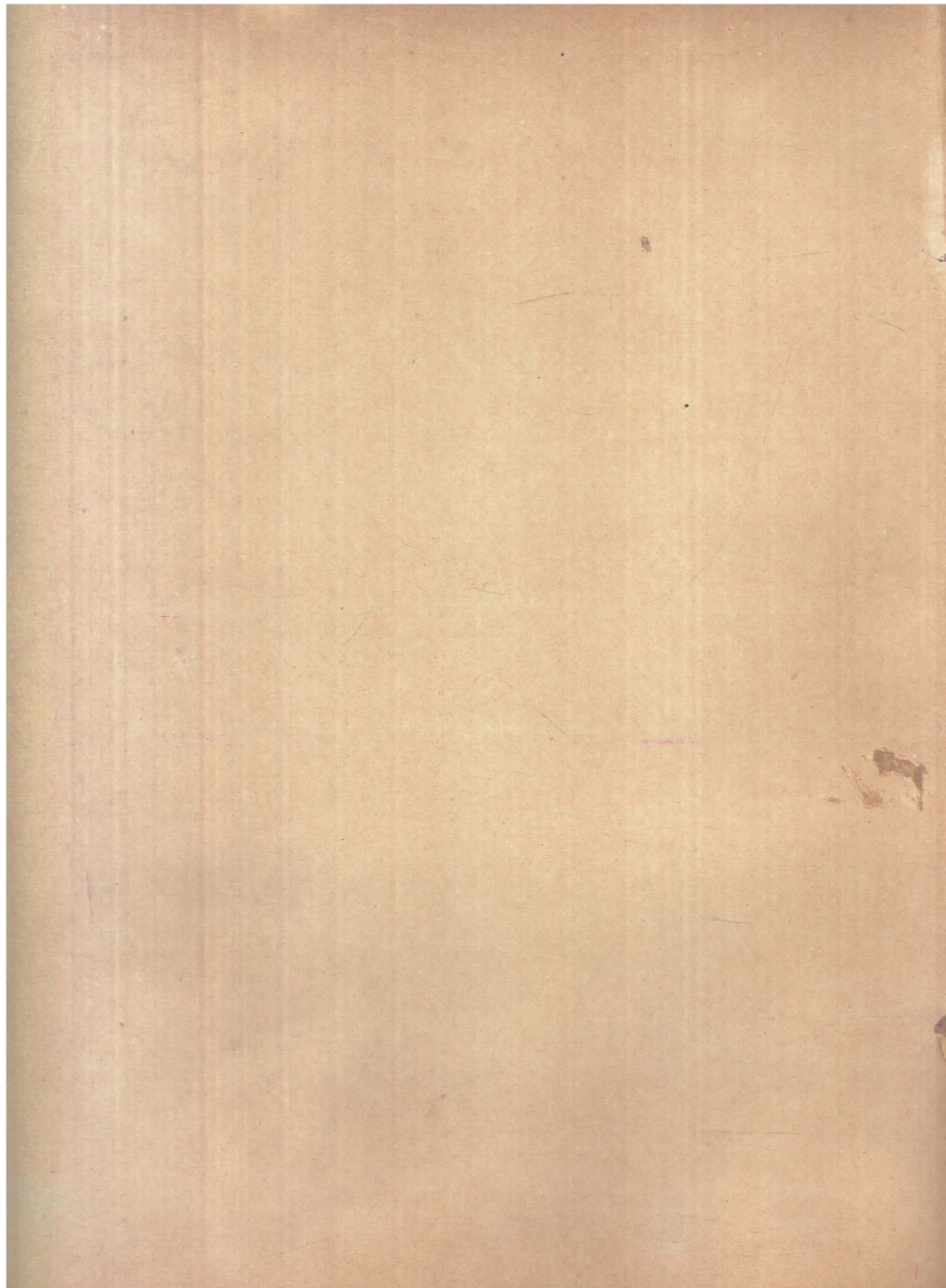
(مولانا غلام دستگیر صاحب نامی لاہور)

رہبر ہیں یہ اللہ کے پیارے سارے
اور اسی نور سے روشن ہیں ستارے سارے
جو بھی بگڑے تھے محمدؐ نے سنوارے سارے
زندگی ہی میں نبیؐ کی گئے مارے سارے
خدمتِ دین سی ہیں مخدوم ہمارے سارے
طاعتِ حق میں ہی ایام گزارے سارے
جتنے پھر آئے عدو سامنے مارے سارے
رہنما اس کے صحابہ ہیں ستارے سارے
اہل کشتی لگے با من کنسارے سارے
جیتے ہیں دہریں ہم تیرے سہارے سارے

ہیں نبی چاند تو اصحاب ہیں تارے سارے
نور احمد سے جہان تاب ہیں نور شید و قمر
تھا عرب بگڑا، عجم بگڑا، زمانہ بگڑا
مثلاً بوجہل و ابولہب جو دشمن اُٹھے
وہ ابو بکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ و علیؓ
یہی اصحابِ محمدؐ تھے جنہوں نے واللہ
سعد و خالدؓ سے جری جری و احمدؓ کے غلام
ایلیتِ احمدؓ مرسل کے ہیں کشتی کی مثال
پرٹھ کے اس کشتی پان تاروں کو رہبر پکڑا
یا نبیؐ ہم کو نہیں خوف حوادث ہرگز

کیوں رکھے نامی حلد نہ امیدِ بخشش

امتی جبکہ محمدؐ کو ہیں پیارے سارے



غلام حسین ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے تڈ ٹی برقی پریس سرگودھا سے چھپوا کر
دفتر جریدہ شمس الاسلام بھیرہ (پاکستان) سے شائع کیا
